دل کی کھیتی کی طرف توجہ کیجیے

انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ نے جتنی زرخیزی رکھی ہے، اور اس کے اندر سونا اگلنے کی جو صلاحیت رکھی ہے' اس کے سامنے سائبیریا کے میدان اور ہندوستان کی سرسبز وزرخیز زمین ہیچ ہے، اگر اس کے اندر نیک ارادوں کے اگنے، پھلنے پھولنے اور پرورش پانے کی صلاحیت پیدا ہوگئی، اور انسان کے سفلی اغراض ومقاصد اور اس کی سفلی خواہشات کھاد بننے کے لیے تیار رہے تو انسان ان کو کھاد بنا کر اپنے دل کی سرزمین سے نیک ارادوں کی کھیتی پیدا کرسکتا ہے، اور یہ کھیتی پھل دے سکتی ہے، پک سکتی ہے، اور کاٹی جاسکتی ہے، لیکن اگر یہ دل کی سرزمین اُوسر اور بنجر ہوگئی ہے تو اس کے اندر کانٹے تو پیدا ہوسکتے ہیں' پھول پیدا نہیں ہوسکتے، اس کے اندر تلواریں تو اگ سکتی ہیں' لیکن امن دینے والی چھاؤں نہیں پیدا ہوسکتی! انسان کے دل کی کھیتی ایسی منحوس بن گئی ہے، ایسی الٹی ہوگئی ہے کہ اس کے اندر زہر تو پیدا ہوسکتا ہے' تریاق نہیں پیدا ہوسکتا، بدامنی تو پیدا ہوسکتی ہے' امن پیدا نہیں ہوسکتا، نفرت تو پیدا ہوسکتی ہے' محبت نہیں ہوسکتی، اپنے بچوں کو پالنے کے لیے یتیموں کا پیٹ پھاڑنے کا جذبہ پیدا ہوسکتا ہے' لیکن کسی بے کس، کسی مظلوم، کسی مصیبت زدہ کی حفاظت اور کسی یتیم کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھنے کا جذبہ نہیں پیدا ہوسکتا۔''

دنیا میں ہر طرف پھیلے ہوئے فساد، بدامنی، سروں پر منڈلاتے ہوئے مہیب جنگ کے خطرہ کو دور کرنے کے لیے اور انسان کو امن وسکون اور باہمی اعتماد ومحبت کے ساتھ زندگی گزارنے کے لیے ضروری ہے کہ انسان کے دل کی کھیتی میں ہل چلایا جائے، آپ کسانوں کو دیکھتے ہیں، خدا کے بنائے ہوئے صحیح اور فطری قانون کے مطابق کسان زمین میں ہل چلاتا ہے تو زمین کتنا خزانہ اگل دیتی ہے، اسی طرح اگر دل کی کھیتی میں ہل چلایا جائے، اور خدا کے پیغمبروں کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق چلایا جائے، اور اس میں تھوڑی سی محنت صرف کی جائے؛ اور یہ دل کی کھیتی لہلہا اٹھے اور پھلنے پھولنے لگے تو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس وقت دنیا کا نقشہ کیا ہوگا؟! یہ حقیر زمین جو آپ کے قدموں تلے روندی جاتی ہے' اس سے آپ نے اتنا بڑا فیض پایا، اگر آپ دل کی کھیتی میں خدا کے پیغمبروں کے دیے ہوئے ہل چلاتے، اور ان کے بتائے ہوئے قانون کے مطابق آپ اس کی خدمت کرتے، اس میں ریاض کرتے، اور وہ کھیتی برگ وبار لاتی تو پھر آپ دیکھتے کہ دنیا میں کیسی بہار آئی ہے! جب دل کی کھیتی خزانہ اگلتی تو دنیا کا دامن کیسے کیسے موتیوں سے بھر جاتا! کیسے کیسے ولی کامل، کیسے کیسے خادمِ انسانیت، کیسے کیسے بے لوث وبے غرض انسان، اور انسانوں کے لیے اپنا خون پانی ایک کرنے والے سامنے آتے کہ جن کے کارناموں کا تصور کرنا بھی مشکل ہے!!''۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

(مغرب سے کچھ صاف ساف باتیں صفحہ ۱۷۰-۱۷۲)

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ

پیام عرفات

رائے بریلی

اردو، ہندی اور انگریزی میں ایک ساتھ شائع ہونے والا

جلد نمبر۲ | شمارہ نمبر۱۲ | دسمبر ۲۰۱۰ء، ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ

سرپرست

حضرت مولانا سیّد محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ

(صدر، دارِعرفات)

نگران

مولانا محمد واضح رشید حسنی ندوی مدظلہ

(جنرل سکریٹری، دارِعرفات)

مولانا احمد علی حسنی ندوی مدظلہ

(ڈائریکٹر، دارِعرفات)

مجلس ادارت

بلال عبدالحی حسنی ندوی

مفتی راشد حسین ندوی

عبدالسبحان ناخدا ندوی

محمود حسن حسنی ندوی

محمد حسن ندوی

معاون ادارت

محمد نفیس خاں ندوی

فی شمارہ:۱۰ روپے سالانہ: ۱۰۰ روپے

www.abulhasanalinadwi.org

مضامین	مضمون نگار	صفحہ نمبر
نیا حربہ (اداریہ)	..... بلال عبدالحی حسنی ندوی	۲
قربانی کے بعد	..... مولانا محمد الحسنیؒ	۳
سادگی مسلم کی دیکھ.....	..... جعفر مسعود حسنی ندوی	۴
فیصلہ میں احتیاط	..... بلال عبدالحی حسنی ندوی	۶
جنیٹک سائنس سے مربوط کچھ اہم مسائل اور ان کا حل	..... مفتی راشد حسین ندوی	۸
موجودہ توریت کی ایک بیہودہ داستاں	..... عبدالسبحان ناخدا ندوی	۱۰
طلب، کوشش اور قربانی - عنایات الٰہی کا پیش خیمہ	..... محمود حسن حسنی ندوی	۱۲
عقیدۂ توحید	..... محمد حسن ندوی	۱۴
کیمٹریل - امریکہ کا مہلک ترین ہتھیار	..... محمد نفیس خاں ندوی	۱۵

مرکز الامام أبی الحسن الندوي دار عرفات، تکیہ کلاں رائے بریلی (یوپی) ۲۲۹۰۰۱ Fax. 0535221188

پرنٹر پبلشر محمد حسن ندوی نے ایس، اے، آفسٹ پرنٹرس، مسجد کے پیچھے، پھاٹک عبداللہ خاں، سبزی منڈی، اسٹیشن روڈ، رائے بریلی سے طبع کرا کر دفتر "پیام عرفات" مرکز الامام أبی الحسن الندوي، دارِعرفات، تکیہ کلاں رائے بریلی سے شائع کیا۔

Email. markazulimam@gmail.com

www.abulhasanalinadwi.org

اداریہ

نیا حربہ

بلال عبدالحی حسنی ندوی

صہیونی دماغ ہمیشہ عالمی آبادی خاص طور پر مشرق میں بسنے والوں کی ہلاکت و بربادی اور نسل کشی کے خواب دیکھتا رہا ہے، اور جب سے وہ امریکہ کی مجبوری بن گیا ہے اس کو اپنے خوابوں کی تعبیر نظر آنے لگی ہے، ہمیشہ اس نے انسانوں کو جانور سمجھا ہے، اور اپنی غلامی کے علاوہ ان کے بارے میں کوئی دوسرا تصور اس کے لیے مشکل ہے۔

یورپ، امریکہ اور اسرائیل کا یہ ایک ایسا مثلث ہے جس کے سامنے صرف پوری دنیا پر حکمرانی ہے، اس کے لیے ان کے نزدیک نہ دھڑکتے ہوئے دل کی کوئی حیثیت ہے اور نہ انسانیت کا کوئی درد ہے، ایک انسان کے لیے وہ سوچنا مشکل ہے جہاں تک وہ آسانی سے چلے جاتے ہیں، ان کے عروج کی تاریخ انسانیت کے زوال کے ساتھ وابستہ ہے، اسلام کے پورے آٹھ سو سالہ دور میں سیکڑوں جنگوں میں اتنی ہلاکتیں نہیں ہوئیں جو صرف دو عالمی جنگوں میں چند دہائیوں میں دیکھنے میں آئیں؛ شہر کے شہر صاف کر دیے گئے، معلوم ہوتا تھا کہ وہاں انسان نہیں بستے بلکہ کیڑے مکوڑے بستے ہیں۔ سائنسی ترقیات کے ساتھ اس اخلاقی گراوٹ کی مثال اس کے سوا کچھ نہیں کہ جیسے کسی ناسمجھ بچے کے ہاتھوں میں طرح طرح کے ہتھیار پکڑا دیے جائیں اور وہ جس طرح چاہے ان کا استعمال کرے اور تباہی مچائے۔

امریکہ کے پاس سیکڑوں ایٹم بم ہوں، ہر طرح کے تباہ کرنے والے ہتھیار ہوں، لیکن اگر کوئی دوسرا اس کا ارادہ بھی کر لے تو وہ دنیا کے لیے تباہی کا باعث ہے، اس کے لیے فوراً کانفرنسوں اور میٹنگوں کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، اور جب تک اس کو مجبور نہ کر دیا جائے اور اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ نہ دیے جائیں، پوری دنیا میں ایک طوفان سا معلوم ہوتا ہے۔ اگر کوئی صرف اپنے تحفظ کے لیے سرگرمیاں (Activities) شروع کر دے، اس پر خدا جانے کیا کیا الزامات لگائے جاتے ہیں؛ اس وقت تک اس کا دائرہ تنگ کیا جاتا رہتا ہے جب تک وہ غلامانہ ذہنیت دکھاہ نہ دے۔ واقعہ یہ ہے کہ قدریں بدل چکی ہیں؛ پہلے سامراج کی شکل کچھ اور تھی، آج بھی سامراج موجود ہے لیکن اس کی شکل کچھ اور ہے، مختلف ناموں سے پوری دنیا اس وقت سامراجی نظام میں جکڑی ہوئی ہے، عالمی قانون کے اعتبار سے ایٹمی ہتھیاروں پر پابندی لگی ہوئی ہے لیکن ابھی چند دہائیوں میں امریکہ نے اپنی جنگی حکمت عملی میں ایسی شکلیں اختیار کی ہیں کہ اس پر ''سانپ بھی مر جائے لاٹھی بھی نہ ٹوٹے'' کی مثل صادق آتی ہے۔

''کیمٹریل'' (Chemtrail) کے نام سے جو جنگی حکمت علمی طے کی گئی ہے، جس کا مقصد دنیا کے لاکھوں لوگوں کو موت کی میٹھی نیند سلا دینا ہے، انھیں ترقی یافتہ ملکوں کی ایجاد ہے جو دنیا میں صرف اپنی چودھراہٹ چاہتے ہیں، اس کا آغاز اقوام متحدہ کی اجازت سے بہتر مقصد کے لیے ہوا، لیکن پھر اس کو اپنے اپنے گھٹیا مقاصد کے لیے استعمال کیا جانے لگا، اس میں غیر شعوری طور پر ایسی شکل اختیار کی جاتی ہے کہ آدمی اس کی حقیقت پر غور بھی نہیں کر پاتا۔

ابھی یہ نئی تحقیق یہ سامنے آئی ہے کہ ''ایڈز'' کا مرض بھی یورپ و امریکہ کی پیداوار ہے، اس کی کمپنیوں نے دوسرے ملکوں میں خون کے جو امدادی پیکٹس بھیجے ان میں اس مرض کے اجزاء شامل کیے؛ آہستہ آہستہ یہ مرض پھیل گیا اور خود یورپ و امریکہ کے حیوانی صفات رکھنے والے اس کا شکار ہوئے۔

''کیمٹریل'' (Chemtrail) کے ذریعے ہوا کے دباؤ میں کمی، زیادتی، سورج کی شعاعوں کو مصنوعی غبار پیدا کر کے کم زیادہ کرنا، مصنوعی ٹھنڈک یا گرمی پیدا کرنا اور مختلف امراض کے کیمیاوی اجزاء کو مختلف ملکوں میں منتقل کرنا شامل ہے، موجودہ دنیا میں موسموں کے تغیرات اور مختلف غیر طبعی امراض کا تسلسل اسی کی پیداوار ہے، اب تو یہ بات بھی کھل کر سامنے آئی ہے کہ امریکہ نے جو ایٹمی ہتھیاروں کے خلاف صرف دکھانے کے لیے برسر پیکار ہے، اس نے نئی حکمت عملی کا مختلف ملکوں میں تجربہ کیا ہے؛ کوسوو، افغانستان، عراق، شمالی کوریا اس کا شکار ہو چکے ہیں۔

کینیڈا کے ایک سائنس داں ڈیپ شیلڈ (Deep Shield) نے جو پنٹاگن میں ایک اہم عہدے پر فائز تھے، جب ان خفیہ دستاویزات کا مطالعہ کیا تو انٹرنیٹ پر دنیا کو ان خطرات سے آگاہ کیا کہ چند سالوں میں لاکھوں لاکھ لوگ اس کی وجہ سے لقمۂ اجل بن سکتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ اگر اس حکمت عملی کا صحیح استعمال ہو تو یقیناً یہ مفید چیز ہے اور وہ اس سے مطمئن ہیں، لیکن اس کا استعمال دنیا کی ہلاکت کے لیے کیا جا رہا ہے، اور یہ دنیائے انسانیت کے لیے ایک ناسور ہے۔ اس کے بعد ہی یہ سائنس داں مقتول پائے گئے، جس پر یہ کہہ کر پردہ ڈال دیا گیا کہ انھوں نے خودکشی کر لی ہے، جب کہ ان کی بیوی نے بیان دیا کہ ان کے حالات اور مزاجی کیفیت ایسی تھی کہ خودکشی کا کوئی امکان نہیں۔

یہ وہ صہیونی دماغ ہے جو دنیا کو ہلاکت کے غار کی طرف دھکیل رہا ہے، افسوس کی بات یہ ہے کہ امریکہ اور یورپ جن کے پاس ٹیکنالوجی ہے، وہ اس دماغ کا آلۂ کار بن رہے ہیں! یہی سائنس اور ٹیکنالوجی اگر انسانیت کی خدمت میں صرف ہوتی تو دنیا کی موجودہ تاریخ کچھ اور ہوتی! جب تک یہ علم مسلمانوں کے پاس تھا، دنیا جنت نشاں تھی، آج جب کہ وہ ظالم ہاتھوں کے پاس ہے جن کے یہاں نہ خدا کا خوف ہے نہ انسانیت کا درد، تو یہ علم پوری دنیا پر ہلاکت کے بادل کی طرح چھا رہا ہے؛ اسی لیے خالق کائنات نے پہلی وحی میں فرمایا: ﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ﴾ (پڑھو (لیکن) اپنے اس پروردگار کے نام سے جس نے پیدا کیا)۔

www.abulhasanalinadwi.org

قربانی کے بعد

مولانا محمد الحسنیؒ

ذی الحجہ کا یہ مبارک مہینہ جو گزر رہا ہے اپنے اندر ایک خاص پیغام رکھتا ہے، اس میں ایک خاص کیفیت پائی جاتی ہے جو ہمیں رمضان کو چھوڑ کر اور دوسرے مہینوں میں نظر نہیں آتی، اس کے پیچھے ایک خاص تاریخ ہے، منفرد اور اپنے رنگ میں مخصوص واقعات ہیں؛ یہ تاریخیں وہ ہیں جن میں لاکھوں مسلمانوں کے دل کی دھڑکنیں ایک خاص وقت، خاص جگہ اور مخصوص شعائر وارکان اور ہیئت وصورت کے ساتھ وابستہ ہوتی ہیں، ان تمام کیفیات کو ہم اگر ایک مفرد لفظ میں ادا کرنا چاہیں تو اس کو ''قربانی'' کے وسیع وعمیق لفظ سے ادا کر سکتے ہیں، لیکن یہ قربانی کس چیز کی ہے اور کس کے لیے؟

بدقسمتی سے آج ''قربانی'' کو صرف بکرے اور دنبے کی قربانی کے ہم معنی سمجھ لیا گیا ہے، گویا چند روپے خرچ کر کے ہم قربانی دینے والوں کی صف میں شامل ہو جاتے ہیں، اس کے بعد پھر ہمیں کسی قربانی کی ضرورت باقی نہیں رہتی، یہ قربانی بھی بہت ضروری اور قابل صد احترام ہے، لیکن اس کے بعد یا اس کے ساتھ ایک اور قربانی ہے جو اس کے بعد شروع ہوتی ہے۔ آج مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے قربانی کا مطلب صرف یہ سمجھ لیا ہے کہ ہر سال حج کر آیا کرو، ولیمہ اور عقیقہ کی شاندار دعوت کر دیا کرو، اور بقرعید میں کسی جانور کی قربانی کر لیا کرو، اور اس کے بعد سال بھر چین کی بانسری بجایا کرو، بدقسمتی سے کچھ لوگوں نے اس میں کچھ اور حرام چیزیں شامل کر لی ہیں اور اس میں اس فرصت کے فلسفہ کے ساتھ لذت اور تفریح طبع کی بھی آمیزش ہے، وہ قبروں پر چادر چڑھاتے ہیں، عرس وقوالی سے لطف اندوز ہوتے ہیں، بزرگوں کی قبروں پر میلے لگاتے ہیں، اور گناہ بخشوا کر اور سال بھر کے لیے جنت کی ضمانت لے کر واپس آجاتے ہیں۔

جو لوگ ان بدعتوں سے محفوظ اور ان برائیوں سے دور ہیں، وہ کسی مدرسہ کو چندہ دے کر، کوئی سبیل لگوا کر، کسی مسجد میں حافظ کا انتظام کر کے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ کے لیے جو کچھ قربانی کرنی تھی، کر چکے، اب ان کو کسی چیز کی قربانی کی ضرورت نہیں، اس کے بعد ہمیں یہ شکایت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت نہیں آتی اور مسلمانوں کی مدد نہیں ہوتی، یاد رکھیے کہ مدد کا وعدہ بکرے کی قربانی کے ساتھ نہیں بلکہ عادت کی قربانی اور خواہش کی قربانی کے ساتھ مشروط ہے؛ ﴿لَن يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلٰكِن يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنكُمْ﴾؛ اللہ تعالیٰ کو کچے یا بھنے ہوئے گوشت، لانبے چوڑے دسترخوانوں اور خوشبودار غذاؤں کی طلب نہیں ہے، اور یہ چیزیں اس کے پاس نہیں پہنچتیں، اس کے پاس دل کا ادب ولحاظ، خدا کا خوف، اور خدا کی محبت، اور خدا کے لیے نفس ومال کی قربانی پہنچتی ہے، اور اسی میں اس کی رحمت کو متوجہ کرنے کی طاقت ہے۔

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ ہمارے لیے صبح سے شام تک دفتروں میں سر کھپانا، رات رات بھر سرکاری ڈیوٹی انجام دینا اور اپنے کاروبار اور اپنے بزنس کی ترقی کے لیے ہر مصیبت کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرنا اور ہر تکلیف کو گوارا کرنا آسان ہے لیکن صبح کے وقت اپنا بستر چھوڑ کر نماز کے لیے اٹھنا مشکل ہے۔

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ پان، سگریٹ، چائے میں کچھ تاخیر ہو جائے تو ہمیں اذیت ہونے لگتی ہے، ہماری پیشانی پر شکنیں پڑ جاتی ہیں، اور اگر کسی وقت کی نماز قضا ہو جائے، کسی کی حق تلفی ہو جائے، کوئی ناجائز کام ہم سے سرزد ہو جائے تو ہمیں احساس تک نہیں ہوتا؟!

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ اپنی ایک ادنیٰ خواہش اور قلبی تقاضے پر ہم جتنا روپیہ چاہتے ہیں صرف کر دیتے ہیں، اپنے موڈ کی تسکین کے لیے ہر قسم کی فضول خرچی کر گزرتے ہیں، اور کسی صحیح مصرف اور ضرورت پر، جس کا تعلق آخرت کے ثواب اور خدا کے وعدہ سے ہو، چند آنے خرچ کر کے ہمیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم نے سارے گناہوں کی تلافی کر دی!؟

یہ چند حقائق ہیں، غور سے دیکھا جائے تو نظر آئے گا کہ ہماری ساری زندگی اس قسم کے نمونوں سے بھری ہوئی ہے؛ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اپنی بری عادتوں کی اصلاح، اور اپنی خواہشات کی بندش کی ضرورت کبھی محسوس نہیں کی، اور قربانی کی اس غلط روش پر چلتے رہے جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔

قربانی کی حقیقت یہ ہے کہ پہلے آدمی اپنے ارادہ، اپنی خواہش، اپنی عادت، اور اپنے مزاج کے گلے پر چھری پھیرے، اپنے دل کے کہنے پر نہیں، خدا اور رسول کے کہنے پر چلنے کا فیصلہ کرے، اور اس قسم کے ہر موڑ پر خدا کے ڈر اور آخرت میں جواب دہی کے خیال سے برائی سے اپنا ہاتھ روک لے، اور دل پر پتھر رکھ کر اس سے باز رہے؛ ﴿وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰى﴾۔

جو کوئی ناجائز آواز، خواہ وہ کتنی میٹھی اور رسیلی ہو محض اس لیے نہ سنے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے، کسی غلط چیز سے خواہ وہ بار بار اس کے سامنے آئے محض اس لیے نگاہیں پھیر لے کہ یہ حکم الٰہی کی خلاف ورزی ہے.....

(باقی صفحہ ۱۳ پر)

www.abulhasanalinadwi.org

سادگی مسلم کی دیکھ.....

جعفر مسعود حسنی ندوی

دنیا میں ایک قوم ایسی بھی ہے جو اخلاقی قدروں کی قائل ہی نہیں، وہ صرف اپنے مقاصد کی تکمیل چاہتی ہے، اور اس راہ میں پیش آنے والی ہر رکاوٹ -خواہ وہ اخلاقی قدروں کی شکل میں ہو، اصول وقوانین کی شکل میں ہو، حقوق انسانی کے تحفظ کی شکل میں ہو، عدل وانصاف کے تقاضوں کی شکل میں ہو- توڑنے کو تیار رہتی ہے، حیرت مجھے اس پر نہیں لیکن اس پر ضرور ہے کہ یہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی سکہ اسی کا چلتا ہے، فیصلہ اسی کا مانا جاتا ہے، سلامتی کونسل کی میٹنگوں میں ہمدردی کا اظہار اسی سے کیا جاتا ہے اور تجاویز وہی منظور کی جاتی ہیں جن میں اس کے مفادات کا پورا خیال رکھا جاتا ہے۔

ابھی کل کی بات ہے؛ خانہ بدوش قوموں میں اس کا شمار تھا، در بدر کی ٹھوکریں کھانا گویا اس کا معمول تھا، اور یورپ کی ڈکشنریوں میں توہین آمیز الفاظ کا اس کے لیے استعمال تھا، لیکن آج.....؟ آج صورت حال بالکل بدل چکی ہے، آج اس کے خلاف کوئی اقدام کرنا تو درکنار اس کے خلاف زبان کھولنا بھی ناقابل معافی جرم ہے۔ یہ تبدیلی کیسے آئی؟ یہ رخ کیسے بدلا؟ حالات نے یہ کروٹ کیوں کر لی؟ کچھ اس پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے۔

اٹھتی اور ابھرتی قومیں اس راستہ کی جستجو میں رہتی ہیں' جو راستہ ان کو قیادت کا موقع فراہم کر سکے، جو قومیں اس راستہ کو تلاش کرنے میں اور پھر اس راستہ پر چلنے میں کامیاب ہو جاتی ہیں وہ اپنا ایک مقام بنا لیتی ہیں، جب کہ دوسری قومیں کاسہ گدائی لیے ان کے سامنے بھیک مانگتی نظر آتی ہیں۔

علم نواز اور محنت کش قوموں کی تحقیقات، انکشافات اور ایجادات کی خبریں روزانہ اخبارات کی زینت بنتی رہتی ہیں۔ سائنس وٹیکنالوجی اور صنعت کے میدان میں ان کی کوششوں کے نمونے تقریباً روزانہ ہی سامنے آتے رہتے ہیں، لیکن جب بات اپنی چھڑتی ہے تو ہر میدان خالی نظر آتا ہے۔

ہم ماضی کی بات تو کرتے ہیں؛ اسلاف کے کارناموں کا تذکرہ تو کرتے ہیں، ان کے کارناموں کو یاد کر کے کچھ دیر کے لیے خوش بھی ہو لیتے ہیں، لیکن ماضی کے اس روشن چراغ سے حال کے اس بے نور چراغ کو جلانے کی کوئی کوشش ہم نہیں کرتے؛ ہم نے اپنی زندگی کو صرف نعروں، مظاہروں، جلوسوں اور مطالبوں تک محدود کر دیا ہے، اور علم، عمل، صبر، سنجیدگی، ہوش مندی، حکمت عملی، موقع شناسی اور منصوبہ بندی سے اپنا ناطہ توڑ لیا ہے۔

ہم اکثریت سے ٹکراتے ہیں؛ نتیجہ پسپائی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے! ہم نعرہ لگاتے ہیں تو اکثریت کا نعرہ ہمارے نعرے کی ہوا نکال دیتا ہے! ہم جلوس نکالتے ہیں تو اکثریت کے جلوس کے آگے ہمارا جلوس ویسا ہی نظر آتا ہے جیسے سمندر کے سامنے دریا، یا دریا کے سامنے ایک قطرہ۔ ہم مظاہرہ کرتے ہیں تو اکثریت کے مظاہرے کو دیکھتے ہوئے ہمارا مظاہرہ بے وقعت، پھسپھسا اور مضحکہ خیز نظر آتا ہے، یہاں ایک مثال کافی ہے، خبر اگرچہ پرانی ہے لیکن حال پر پوری طرح منطبق ہوتی ہے۔

''ایک مسلم سیاسی پارٹی نے مہاراشٹر میں اردو کو دوسری سرکاری زبان بنانے کا مطالبہ پونہ اور ممبئی کے چوراہوں پر کیا۔ اس نعرہ کے جواب میں گوپال گوڈسے اور ساور کر نے ہندو مہاسبھا کے زیر اہتمام پورے ایک ہفتہ کے لیے 'اردو ہٹاؤ' مہم چلانے کا اعلان کر دیا۔ اشتعال انگیز تقریروں اور مسلم دشمنی کی لہر کی لپیٹ میں پورا علاقہ سلگ رہا ہے، اکثریت کے فرقہ پرست عناصر کی طرف سے اس ردعمل کا توڑ ہمارے سیاسی لیڈروں کے ذہن میں نہ تھا، نہ اس مطالبہ میں پلاننگ اور سنجیدگی تھی، بس تھوڑی سی بھیڑ تھی جو جمع ہو گئی تھی۔ نتیجہ یہ کہ مسلم عوام غیر مسلم فرقہ پرستوں کی زد میں ہیں! اور مسلم سیاسی لیڈران اپنی سرکاری اور نجی رہائش گاہوں میں آرام اور سہولت سے براجمان ہیں''۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ قومیت کی بنیاد پر اقلیت کی صف آرائی اور برادران وطن سے حریفانہ کشمکش اکثریت کے فرقہ پرست عناصر کو نئی زندگی بخشتی ہے اور ان کے باہم برسر پیکار طبقوں کو ایک پلیٹ فارم پر لے آتی ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ ہم سیکھنے کی کوشش نہیں کرتے اور تجربات سے فائدہ اٹھانا نہیں چاہتے، ہم جذبات کی رو میں بہہ کر اس قوم کے بارے میں سوچنا بھی گوارا نہیں کرتے، جس نے علم اور عقل کا راستہ اپنایا اور برداشت سے کام لیتے ہوئے پوری دنیا پر اپنی گرفت ایسی مضبوط کی کہ آج کوئی اس سے پنجہ آزمائی کے لیے تیار نہیں۔

آیئے! آج ایک نظر ادھر بھی ڈالتے ہیں.....! یہودیوں کی تعداد ہی کیا ہے؟ اسرائیل کا رقبہ ہی کتنا ہے اور فلسطین پر ناجائز قبضہ کیے اس کو عرصہ ہی کتنا گزرا ہے؟ لیکن ایک اسرائیلی عبرانی اخبار ''معاریف'' کی خبر کے مطابق ہتھیاروں اور جنگی ساز وسامان سے اسرائیل کو ہونے والی گزشتہ سال کی آمدنی تقریباً 6.2 بلین ہے، اخبار کا یہ بھی کہنا ہے کہ موجودہ عالمی اقتصادی بحران کے باوجود اس بات کی پوری امید ہے کہ ہتھیاروں سے ہونے والی یہ آمدنی سال گزشتہ سے بڑھ جائے گی۔ 40/ ہزار یہودی خاندان ہتھیار سازی کا کام کرتے ہیں اور ان کی آمدنی کا سب سے بڑا ذریعہ یہی ہتھیار

www.abulhasanalinadwi.org

سازی کے کارخانے ہیں۔

امریکہ میں مسلمانوں اور یہودیوں کی تعداد تقریباً برابر ہے۔ 60/ لاکھ مسلمان اگر وہاں آباد ہیں تو اسی کے آس پاس یہودی بھی بستے ہیں بلکہ ادھر کچھ اس بات کے اشارے مل رہے ہیں کہ مسلمانوں کی تعداد آئندہ چند سالوں میں یہودیوں کی تعداد سے کہیں زیادہ آگے جاسکتی ہے۔ لیکن ذرا غور کیجیے! تعداد کی اس برابری کے باوجود امریکی سینیٹ و کانگریس میں یہودی سینیٹروں کی تعداد 46/ ہے اور مسلمان.....؟ سینیٹر ہونا تو دور کی بات ہے، ایک چپراسی کی پوسٹ بھی ان کے پاس نہیں ہے۔ یہودیوں نے اتحاد کا مظاہرہ کرتے ہوئے امریکی قانون ساز ادارہ میں اپنی تعداد 46/ پہنچائی، اور ہم نے.....؟

یہودیوں نے یہودیت کے عنوان سے امریکہ میں کسی سیاسی پارٹی کی تشکیل نہیں کی بلکہ انھوں نے وہاں کی سیاسی پارٹیوں میں شامل ہوکر ان کی پالیسیوں پر اثر انداز ہونے کا راستہ اپنایا اور اس میں وہ کامیاب ہوئے۔ اس کے برخلاف ہندوستان میں آئے دن کسی نہ کسی مسلم سیاسی پارٹی کے قیام کی جان لیوا خبر سنائی دیتی رہتی ہے اور اس کا خمیازہ پوری قوم کو بھگتنا پڑتا ہے اور ہمارے ووٹوں کی تقسیم سے سیکولر پارٹیاں بھی بے اثر ہوجاتی ہیں اور فرقہ پرست پارٹیوں کو فرقہ پرستی کا زہر پھیلانے کا پورا موقع مل جاتا ہے۔

کچھ اور آگے بڑھیے!.....موجودہ امریکی صدر براک اوباما کے الیکشن کی اسٹرٹیجی (Strategy) تیار کرنے اور اس کی انتخابی مہم چلانے والوں میں جو سب سے نمایاں نام نظر آتا تھا وہ ''ڈیوڈ اسکارڈ'' کا ہے، وہ ایک مہاجر یہودی ہے اور ان مشہور ترین لوگوں میں سے ہے جنھوں نے سیاہ فام امریکی باشندوں اور مہاجر یہودیوں کا اتحاد قائم کرنے کی بھرپور کوشش کی اور ایک حد تک وہ اس میں کامیاب بھی ہوا۔ کچھ اسی طرح کی صورت حال ہندوستان میں بھی ہے، یہاں کی آبادی کے ایک بڑے طبقہ کو جس کی حیثیت سیاہ فام امریکیوں جیسی ہے' ساتھ لے کر یہاں کی سیاست پر اثر انداز ہوا جاسکتا ہے، لیکن اس کے لیے سنجیدہ، ٹھوس اور دعوتی طریقۂ کار اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔

وہائٹ ہاؤس کے ڈائرکٹر جنرل کے طور پر جس شخص کا نام تجویز ہوا ہے' وہ ''رام انماویل'' ہے وہ وہائٹ ہاؤس کی ذمہ داریوں کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ امریکی صدر کے ایڈوائزر کے طور پر بھی کام کرے گا۔ ''رام انماویل'' نہ صرف یہ کہ یہودی بلکہ صہیونی ہے اور وہ 1991ء کی خلیجی جنگ میں اسرائیلی فوج میں بھی شامل رہ چکا ہے۔

اس کے علاوہ نہ جانے کتنے ایسے اعلیٰ عہدے ہیں جن پر یہودی قابض ہیں، وہ یہودی جن کے پاس نہ اخلاق ہے نہ کردار، نہ شرم ہے نہ حیا، نہ دعوت ہے نہ پیغام، اور نہ کوئی بلند مقصد ہے اور نہ اعلیٰ نصب العین۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ ان کی ترقی، کامیابی، بالادستی اور اثر اندازی کی وجہ ان کا نسلی مکر و فریب، عیاری و جعل سازی، ظلم و سفاکی، بے حیائی و بداخلاقی اور عریانیت و فحاشی کا استعمال ہے۔ وہ اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے ہر طریقہ اپنا سکتے ہیں خواہ وہ دنیا کے لیے کتنا ہی مہلک اور تباہ کن کیوں نہ ہو، لیکن ہم مسلمان اصولوں اور قدروں کے پابند ہیں، ہمیں اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ ہمارا مقصد بھی پاکیزہ ہو اور مقصد حاصل کرنے کا راستہ بھی صحیح ہو۔

آپ کا جواب اپنی جگہ بالکل درست ہے، کیوں کہ یہودی پروٹوکول خود اس بات پر شاہد ہے۔ دیکھیے! وہ اپنے وحشیانہ عزائم کا اظہار کتنی دیدہ دلیری سے کر رہا ہے:

''طاقت اور فریب کاری سیاسی میدان میں خصوصی طور پر کارآمد چیزیں ہیں، ان کے ذریعے دوسروں کو قابو میں کرنے میں بڑی آسانی ہوتی ہے، لہٰذا ہمیں طاقت وقوت کا بھرپور استعمال کرنا چاہیے۔ سیاسی امور میں طاقت کا استعمال ایک کارگر حربہ ہے، بشرطیکہ اسے ہوشیاری اور منصوبہ بندی کے ساتھ استعمال کیا جائے۔ جو حکمراں اپنا تخت وتاج کسی نئی طاقت کے ایجنٹوں کے حوالے نہیں کرنا چاہتے ان کو مکر و فریب کے ذریعے یا خوف ہراس میں مبتلا کرکے یا پھر ضرورت پڑنے پر طاقت کا بھرپور استعمال کرکے ان کو اس راہ پر لانے کی کوشش کرنا چاہیے۔ دوسروں کو دغا دینے اور بے وقوف بنانے میں بھی کسی ہچکچاہٹ کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے، اگرچہ یہ حربے سراسر شر ہیں لیکن اصل مقصد مطلب برآری ہے اور مؤثر طریق کار ہے، اگر رشوت، دغا و فریب، نیز غداری و بے وفائی کے حربوں سے کامیابی مل سکے تو ان کے استعمال سے قطعاً گریز نہیں کرنا چاہیے۔ اگر کسی کی جائیداد چھین کر اسے اطاعت و فرماں برداری پر مجبور کیا جاسکتا ہو اور اقتدار اعلیٰ پر قبضہ کرنا ممکن ہو تو کسی پس وپیش کے بغیر اس کو کر گزرنا چاہیے۔ ہم صرف ذرائع اور وسائل کی فراوانی پر ہی بھروسہ نہیں کرتے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ نظریۂ تشدد و بربریت کو بھی بروئے کار لاسکتے ہیں۔ ہم تمام حکومتوں کو اعلیٰ حکومت (سپر گورنمنٹ) کے تحت لائیں گے۔ غیر یہودیوں پر اچھی طرح واضح کردیا جانا چاہیے کہ ہم ہر گستاخی اور بے ادبی کا سر کچلنے کو روا سمجھتے ہیں، اس معاملہ میں ہم سخت بے رحم ثابت ہوں گے۔''

یہودی پروٹوکول کی تصدیق کے بعد آپ کے جواب میں شک وشبہہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہتی، لیکن ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ یہودیوں کی ترقی کے پیچھے کچھ اور بھی اسباب ہیں، اور وہ اسباب ہیں جن کے اختیار کرنے پر سب سے زیادہ اسلام نے زور دیا ہے؛ اور وہ ہے علم سے شغف اور عقل کا استعمال۔ لیکن راحت طلبی، آرام پسندی اور بے مقصد زندگی نے ہم کو علم کے راستے سے دور رکھا، اور اگلی صف سے اٹھا کر پچھلی بلکہ آخری صف میں لا کھڑا کیا۔ آیئے! ایک نمونہ اس کا بھی ملاحظہ کیجیے:

علی طنطاوی کا نام ہوسکتا ہے کہ آپ کے لیے غیر مانوس ہو لیکن عالم عربی میں وہ ایک معروف نام ہے، ان کا علمی اور ادبی مقام جو ہے وہ ہے، لیکن تعلیمی و تدریسی میدان میں بھی وہ وسیع تجربہ اور ایک نمایاں حیثیت رکھتے ہیں، وہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں:..... (باقی صفحہ ۷ پر)

www.abulhasanalinadwi.org

فیصلہ میں احتیاط

بلال عبدالحی حسنی ندوی

دوسرے تمام مذاہب وادیان میں یہ اسلام کا نمایاں امتیاز اوراس کی اہم ترین خصوصیت ہے کہ اس میں زندگی کے ہرشعبہ کے لیے رہنمائی موجود ہے؛ زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جو تشنہ رہ گیا ہواوراس میں تسکین قلب ونظر کا سامان نہ کیا گیا ہو، انفرادی زندگی کے مسائل ہوں یا اجتماعی زندگی کی دشواریاں اور پیچیدگیاں، ہرمشکل کا حل اسلام کی روشن اور پاکیزہ تعلیمات میں موجود ہے، اگر اسلام کے ان معاشرتی مسائل وتعلیمات کو سماج میں برتا جائے تو سماج، ظلم اور حق تلفیوں کے عالمی ماحول میں امن وآشتی کا ایسا گہوارہ بن سکتا ہے جو ساری دنیا کے لیے نمونہ ہو؛ اور شاید دنیا کو آج ایسے ماحول کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔

دوسروں کا لحاظ

اجتماعی زندگی ایک دوسرے پر اعتماد کے ساتھ مربوط ہے، اور یہ ایک انسانی ضرورت ہے، اس اعتماد کے نتائج اگر صرف اپنی ذات تک محدود ہیں تو فیصلہ کرنے والا آزاد ہے، وہ غور کرکے کچھ بھی فیصلہ کرسکتا ہے، لیکن اگر اس اعتماد کے نتائج متعدی ہیں اوراس کی وجہ سے دوسروں پر بھی اس کا اثر پڑ رہا ہے تو اس صورت میں فیصلہ کرنے والا آزاد نہیں ہے، وہ جب تک پوری تحقیق نہیں کرلیتا، اور جس پر اس نے اعتماد کیا ہے اس کی سچائی اور امانت داری جس کو اصطلاح میں ''عدالت'' کہتے ہیں ظاہر نہیں ہوجاتی، اس وقت تک وہ فیصلہ کرنے کا مجاز نہیں؛ اس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ اعتماد کرکے کوئی اقدام کر بیٹھے اوراس کا نقصان دوسروں کو بھگتنا پڑے، سورۃ الحجرات کی چھٹی آیت میں اسلام کے اجتماعی نظام زندگی کے اسی اہم جزء کی طرف توجہ دلائی گئی ہے؛ ارشاد ہوتا ہے:

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْٓا إِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَیَّنُوْٓا أَنْ تُصِیْبُوْا قَوْماً بِجَھَالَۃٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِیْنَ﴾ (اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمھارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح جانچ لو کہ کہیں تم نادانی میں کسی قوم کو نقصان پہنچا بیٹھو، پھر تمھیں اپنے کیے پر پچھتاوا ہو)۔

تفتیش کی ضرورت

یہ معاشرہ کا ایک مرض ہے کہ عام طور پر لوگ کان کے کچے ہوتے ہیں، فوری طور پر فیصلہ کرنے میں ان کو کوئی باک نہیں ہوتا، اوراس پر ان کو ناز ہوتا ہے، اس کو وہ ''قوت فیصلہ'' سے تعبیر کرتے ہیں، حالانکہ حکم شرعی یہ ہے کہ فیصلہ کرنے سے پہلے خوب جانچ پرکھ لیا جائے کہ کسی پر ناحق اس کی زد تو نہیں پڑ رہی ہے، کوئی مظلوم تو نہیں بن رہا ہے؛ پوری تحقیق کے بعد جب شرح صدر ہوجائے تو فیصلہ کیا جائے، عزم کے ساتھ کیا جائے، اوراللہ پر اعتماد ہو۔

عام طور پر اجتماعی کاموں میں، اداروں میں، تحریکات میں یہ ناسور پیدا ہوجاتا ہے۔ ایک بڑا گناہ، بدترین گناہ وہ لوگ کرتے ہیں جن کا کام ہی کان بھرنا ہے، اور دوسری بڑی غلطی وہ لوگ کرتے ہیں جو بغیر تحقیق کے ان کی بات تسلیم کرلیتے ہیں؛ اس کے نتیجے میں دلوں میں دراڑیں پڑجاتی ہیں، اور بعض مرتبہ بڑے بڑے دینی ودعوتی کام، ادارے اور تحریکات شقاق ونفاق کا شکار ہوجاتے ہیں۔

اس آیت شریفہ میں سماج کے اس ناسور کو بند کیا گیا ہے؛ ہرسنی سنائی بات، کسی کے بارے میں کسی کا کوئی تبصرہ بغیر تحقیق کے مان لینا اوراس کا حوالہ دینے لگنا یا اس کے حوالہ سے اقدام کرنے لگنا بالکل غیر اسلامی عمل ہے؛ حدیث میں آتا ہے: ''کَفٰی بِالْمَرْءِ کَذِباً أَنْ یُحَدِّثَ بِکُلِّ مَا سَمِعَ'' (آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ جو سنے اس کو بیان کرنے لگے)۔

آنحضرت ﷺ کا طریقہ

اس آیت کے شان نزول کے بارے میں متعدد روایات ہیں؛ یہ واقعہ منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ولید بن عقبہ کو قبیلہ بنوالمصطلق کی طرف زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا، جب ان کو معلوم ہوا کہ ولید بن عقبہؓ زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے آرہے ہیں تو انھوں نے خود ہی مال زکوٰۃ جمع کیا اوراس کو لے کر اپنے اپنے علاقہ سے باہر نکل آئے تاکہ وہ خود ہی زکوٰۃ حضرت ولیدؓ کے حوالے کردیں اوران کا استقبال بھی ہوجائے، اسلحہ وغیرہ ان کے ساتھ تھا۔ ادھر کسی نے حضرت ولید کو یہ خبر پہنچائی کہ یہ لوگ زکوٰۃ دینا نہیں چاہتے؛ اسی لیے تم کو قتل کرنے کے لیے آرہے ہیں، حضرت ولیدؓ نے اس کو سچ سمجھا اور واپس آکر حضور ﷺ کو پورا قصہ سنایا، بعض حضرات کی رائے ہوئی کہ ان پر فوراً حملہ کرنا چاہیے، لیکن آنحضرت ﷺ نے حضرت خالدؓ بن ولید کو تحقیق حال کے لیے بھیجا تو معلوم ہوا کہ ساری باتیں غلط تھیں، کسی نے حضرت ولید کو بالکل غلط خبر دی تھی؛ وہ لوگ پوری طرح اسلام پر قائم ہیں اور زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے وہ خود ہی پہلے سے تیار تھے، بلکہ بعض روایات میں تو یہ ہے کہ وہ مال زکوٰۃ لے کر خود ہی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوگئے، اسی واقعہ پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی۔

www.abulhasanalinadwi.org

فاسق ناقابل اعتبار

عربی زبان میں فاسق چھلکے سے نکل جانے والے کو کہتے ہیں، اور اصطلاح شریعت میں فاسق اس کو کہتے ہیں جو احکامات شریعت سے نکل جائے، اور اللہ کی نافرمانی کرے۔ بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوئی اور انھوں نے فاسق کا اطلاق حضرت ولیدؓ پر کردیا، لیکن کہیں سے بھی اس کا مصداق حضرت ولید نہیں ہوسکتے؛ اس لیے کہ انھوں نے تو جو کچھ ان کو بتایا گیا اس کی خبر حضور ﷺ کو کردی، اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہی، ان پر کہیں سے کذب کا اطلاق نہیں ہوسکتا ہے، اور پھر (معاذ اللہ) اگر انھوں نے غلط بیانی کی ہوتی تو ﴿یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا﴾ کی تعبیر استعمال نہ ہوتی بلکہ "یَا أَیُّهَا النَّبِیُّ" کی تعبیر استعمال ہوتی، خطاب صرف آپ ﷺ کو ہوتا اس لیے کہ انھوں نے تو حضور ﷺ کو خبر دی تھی جب کہ آیت شریفہ میں تمام اہل ایمان کو خطاب ہے، اس میں حضرت ولیدؓ بطور خاص شامل ہیں۔ لفظ فاسق کا اول تو اطلاق اس شخص پر ہورہا ہے جس نے حضرت ولید کو غلط خبر دی تھی، دوسری بات یہ ہے کہ آیت تو بے شک اس پس منظر میں نازل ہوئی لیکن اب جو حکم دیا جارہا ہے وہ قیامت تک کے لیے ہے، اس میں کسی فاسق کی تعیین نہیں ہے کہ کوئی بھی فاسق خبر دے تو اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، اور ظاہر ہے کہ جب فاسق پر اس سلسلہ میں اعتماد نہیں کیا جائے گا تو کافر و مشرک بدرجہ اولیٰ اس میں داخل ہیں۔

'نبأ' اہم خبر اور قصہ کے معنی میں ہے، اس کا اطلاق عام طور پر کسی بڑی یا اہم خبر پر ہوتا ہے، یہاں "فاسق" اور "نبأ" دونوں نحو (عربک گرامر) کی اصطلاح کے مطابق نکرہ استعمال ہوئے ہیں، اس میں عموم کا مفہوم ہوتا ہے، اس میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ کیسی ہی خبر ہو اگر اس کے اندر اہمیت ہے اور اس کو بتانے والا فاسق ہے تو اعتبار نہیں، اسی طرح کیسا ہی شخص ہو معاشرہ میں اس کی بڑی عزت ہو، دولت مند ہو، صاحب منصب ہو اگر اس کے اندر فسق ہے تو اس کی بات معتبر نہیں، 'تبیّن' کی ضرورت ہے، یعنی تحقیق و جستجو کے بعد ہی فیصلہ ہوسکتا ہے؛ اس سے یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ فیصلہ کرنے کے لیے نہ قیل وقال کا اعتبار کیا جائے گا اور نہ گمان کی بنا پر فیصلہ ہوگا، جب تک یقین یا ظن غالب نہ ہوجائے۔ ہاں اگر کوئی معمولی بات بتائی جارہی ہے یا کوئی ایسی خبر دے رہا ہے جس کا کسی پر کوئی اثر پڑنے والا نہیں تو اس میں تحقیق بھی لازم نہیں ہے۔

سنی سنائی باتوں پر یقین کا نقصان

آگے گمان یا سنی سنائی باتوں کی بنا پر جو فیصلے کردیے جاتے ہیں اس کے نقصان کا بیان ہے؛ ﴿أَنْ تُصِیْبُوْا قَوْماً بِجَهَالَةٍ﴾، کوئی قوم تمھاری ناواقفیت یا طیش کا شکار نہ ہوجائے، "جهالة" کے دونوں مفہوم ہوسکتے ہیں؛ ایک مفہوم اس کا ناواقفیت کا ہے؛ یہ علم کی ضد ہے۔ اور دوسرا مفہوم اس کا طیش میں آجانے کا ہے؛ یہ حلم کی ضد ہے۔ ظاہر ہے دونوں صورتوں میں جب حقیقت حال سامنے آتی ہے تو سوائے ندامت کے اور کچھ ہاتھ نہیں آتا؛ اسی لیے فرمایا: ﴿فَتُصْبِحُوْا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِیْنَ﴾ (اپنے کیے پر پھر تم کو نادم ہونا پڑے)۔

اصولی باتیں

اس آیت سے بعض اصولی مسائل سامنے آتے ہیں:

۱- غیر معروف شخص کی نہ شہادت کا اعتبار ہے اور نہ روایت کا، قاضی اس وقت گواہی قبول کرسکتا ہے جب گواہ معروف و معتبر ہو، عادل وثقہ ہو، اسی طرح روایت حدیث میں بھی اسی راوی کا اعتبار ہے جو معروف ہو، "جَهَالَةُ الرَّاوِیْ" اصول حدیث کی مستقل اصطلاح ہے، اس کے معنی راوی کا ناواقف ہونا نہیں ہے بلکہ راوی کے بارے میں ناواقفیت مراد ہے۔ یہ "جَهَالَةُ الرَّاوِیْ" ان دس اسباب طعن میں داخل ہے جن کی بنا پر راوی مطعون ہوجاتا ہے اور اس کی روایات قبول نہیں کی جاتیں۔

۲- کسی بھی ایسے عمل سے احتراز ہونا چاہیے جو باعث ندامت ہو، اس میں سارے گناہ اور بے احتیاطیاں شامل ہیں، بطور خاص قاضی جب کسی کے بارے میں حد تعزیر، تاوان یا سزا کا فیصلہ کرے تو اس کو بہت تفتیش و تحقیق کے بعد فیصلہ لینا چاہیے، ورنہ وہ خود قابل مؤاخذہ ہے۔

بقیہ: سادگی مسلم کی دیکھ.....

"میں بغداد کے ایک اسکول میں دینیات اور عربی ادب کا استاد تھا۔ اس اسکول میں کچھ یہودی لڑکے بھی تھے، اور وہ سب کے سب اعلیٰ نمبرات سے کامیاب ہوتے تھے، یہاں تک کہ عربی ادب میں بھی پہلی، دوسری، تیسری، چوتھی اور پانچویں پوزیشن یہودی ہی لڑکے حاصل کرتے تھے، اسکول کے ڈائریکٹر کو یہ بات ناگوار گزرتی تھی، آخر کار مجبور ہوکر انھوں نے ایک دن اس سلسلے میں مجھ سے بات کی، میں نے جواب دیا کہ میں کیا کرسکتا ہوں؟ ان کی کاپی ہی ایسی ہوتی ہے کہ اس سے کم نمبرات دیے ہی نہیں جاسکتے تو انھوں نے میرے سامنے یہ تجویز رکھی کہ دینیات کا پرچہ عربی ادب کے پرچے میں ضم کردیا جائے تو یہ مسئلہ حل ہوسکتا ہے؛ کیوں کہ دینیات میں قرآن کریم کی دو سورتیں اور ان کی تفسیر ہے اور قرآن کریم کا پرچہ یہودی لڑکے مسلمان عرب لڑکوں کے مقابلہ میں اچھا نہیں کرپائیں گے، تو اس طرح ان کے نمبرات پر روک لگائی جاسکتی ہے۔

امتحان میں صرف دو ہفتے باقی تھے اور مجھے اندیشہ تھا کہ اس اچانک اعلان پر وہ احتجاج کرسکتے ہیں اور یہ کہہ سکتے ہیں کہ اتنی کم مدت میں اتنے اہم مضمون کی تیاری کیسے ممکن ہے، لیکن میرا یہ خدشہ غلط ثابت ہوا، امتحان کا اعلان ہوا، اور نہ احتجاج ہوا، نہ رعایت کا کوئی مطالبہ۔

امتحان ہوا، کاپیاں جانچی گئیں۔ نتیجہ کا اعلان ہوا اور نتیجہ حسب سابق رہا۔ وہی پانچوں یہودی طلبہ اپنی اپنی پوزیشنوں پر براجمان تھے۔ میں اپنا سر پکڑ کر رہ گیا، میرے منہ سے صرف یہی نکلا: إنا للّٰه وإنا إليه راجعون۔ آگے بڑھنے والوں کو کوئی روک نہیں سکتا اور پیچھے ہٹنے والوں کو کوئی آگے نہیں بڑھا سکتا۔"

www.abulhasanalinadwi.org

جینیٹک سائنس سے مربوط
کچھ مسائل اور ان کا حل

مفتی راشد حسین ندوی

اس کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ رب العزت کے وجود اور اس کی کبریائی کی گواہی دیتا ہے؛ حیوانات، نباتات اور جمادات میں جس کا بھی جائزہ لیا جائے، اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ عجائب کی پوری ایک دنیا نظر آئے گی اور بے اختیار لبوں پر یہ آیت جاری ہوجائے گی: ﴿بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضِ﴾ (یہ اللہ ہی کی ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو انوکھے طرز پر وجود بخشا ہے)، پھر بھلا جس چیز کی طرف خود اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہو اور جس کے بارے میں کہا ہو کہ ہم اس میں جلد اپنی نشانیاں دکھلائیں گے، اس میں اللہ کی کتنی نشانیاں ہوں گی!؟

اللہ کا ارشاد ہے: ﴿سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ﴾ (ہم عنقریب آفاق میں اور خود ان کی ذات میں اپنی نشانیاں دکھلائیں گے)، اس آیت کریمہ میں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ عنقریب دکھلانے کی بات کہی گئی، یہ نہیں کہا گیا کہ ابھی دیکھو، چنانچہ جس وقت یہ بات کہی گئی اس وقت نہ تو کائنات کے بارے میں انسان کا علم کچھ زیادہ تھا' نہ اسے اعضاء و جوارح کی حیرت انگیز خوبیوں کا کوئی پتہ تھا۔

پھر انسانی علم نے ترقی کی، اور کائنات کے اسرار پر پڑے ہوئے پردے کو چاک کرنے کی کوشش کی گئی تو کائنات کی وسعت، تاروں' سیاروں' کہکشاؤں کی کثرت، عظیم الشان ستاروں کے سامنے دنیا کی حیثیت جان کر وہ محو حیرت رہ گیا، اور اہل ایمان کی زبان پر بے اختیار ﴿فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ﴾ کا جملہ جاری ہونے لگا، اور یہ اس وقت ہے جب اس کو اعتراف ہے کہ ابھی اس کا علم ابتدائی مراحل میں ہے پھر آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا۔

اسی طرح جب جسم انسانی کا کچھ علم حاصل ہوا، مختلف اعضاء کی کارکردگی کا پتہ چلا تو معلوم ہوا کہ سر کے بال سے لے کر پاؤں کے ناخن تک خود انسان کا پورا وجود اور اس کے جسم میں چھپا ہوا ایک ایک قطرۂ خون اور ایک ایک ذرۂ گوشت و پوست بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی ربوبیت کا نشان ہے؛ اسی لیے کہا گیا ہے: "مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ" (جو خود کو جان لے' وہ اپنے رب کو بھی جان لے گا)، چنانچہ جوں جوں وقت گزرتا جاتا ہے اللہ کی نشانیوں سے پردہ اٹھتا جاتا ہے، اور قدرت الٰہی کی ایسی محیر العقول شہادتیں سامنے آتی جارہی ہیں کہ عقل سلیم کے لیے اللہ کی ذات پر ایمان لانے اور اس کی ہستی کے سامنے سربسجود ہونے کے سوا چارہ نہیں رہتا۔

ان انکشافات میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح انسان کی صورتوں اور ظاہری خدوخال میں ہر ایک کی اپنی شناخت رکھی ہے اور رنگ و روپ، جسمانی ساخت، آواز، اور مختلف پہلوؤں سے ہر انسان دوسرے سے ممتاز ہوتا ہے، اور اسے اس امتیاز کی وجہ سے پہچانا جاتا ہے، اسی طرح انسانی جسم جن خلیات (Stem Cells) سے مرکب ہے' وہ بھی اپنی شناخت اور پہچان رکھتے ہیں اور کچھ خصوصیات اور تشخصات کے حامل ہیں جو موروثی طور پر منتقل بھی ہوا کرتے ہیں؛ سائنس دانوں کی اس شعبہ پر خاص نگاہ ہے، اس شعبہ کا نام "علم التوارث" (Genetics) ہے، اس علم کے ذریعہ سے ولدیت کے اختلاف (Disputed parentage) کو حل کیا جاسکتا ہے، اس کے علاوہ ہر شخص کی بے مثال و یکتا انفرادیت کو بھی جانا جاسکتا ہے، اور کئی مواقع پر مجرم کی بالکل صحیح صحیح تشخیص کی جاسکتی ہے؛ مجرمین کی تشخیص کے اس طریقے کو "ڈی این اے فنگر پرنٹ" (DNA Fingerprint) کہا جاتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ شرعی نقطۂ نظر سے اس ٹیسٹ کی کیا حیثیت ہے؟ اس کی بنیاد پر مجرم کو سزا دینا کیسا ہے؟ اور اس کے ذریعے کسی بچے کی ولدیت کا پتہ لگانے کا کیا حکم ہے؟ ہم ایک ایک کرکے ان سوالوں کا مختصر جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں:

ڈی این اے ٹیسٹ کے ذریعے ولدیت کا پتہ لگانا

اگر ایک بچہ کے سلسلے میں کئی شخص دعویدار ہوں کہ یہ میرا بچہ ہے تو سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ اگر بچہ اور دعویداروں کا ڈی این اے ٹیسٹ' (DNA Test) جس کا فل فارم ہے: Deoxy-Ribo Nucleic Acid) کرکے یہ بات معلوم کی جاسکتی ہے کہ حقیقی معنوں میں اس کے والدین کون ہیں تو ایسے اختلاف کو حل کرنے کے لیے کیا ڈی این اے ٹیسٹ کرایا جاسکتا ہے؟ شرعی طور پر اس ٹیسٹ کی کیا حیثیت ہوگی؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر کسی بچہ کا نسب شرعی اصول سے ثابت ہے، صرف کسی شک کو دور کرنے کے لیے اس کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے تو اس ٹیسٹ کا کرانا ممنوع ہوگا، بچہ باپ ہی کا سمجھا جائے گا۔ اگر اس کو قطعی یقین ہے کہ یہ میرا بچہ نہیں ہے تو اس کے لیے 'ڈی این اے' کرانے

www.abulhasanalinadwi.org

کے بجائے ایک شرعی متبادل 'لِعَان' کی شکل میں موجود ہے؛ وہ عدالت جائے اور 'لعان' کرکے بچہ کا نسب کا انکار کردے؛ اس لیے کہ حدیث شریف میں اس کا اصول سمجھاتے ہوئے فرمایا گیا: "اَلوَلَدُ لِلفِرَاشِ وَ لِلعَاهِرِ الحَجَرُ" (بچہ 'فراش' کا ہوگا اور زانی کو سنگ سار کیا جائے گا)۔

لیکن اگر ایسی صورت ہو کہ بچے کا نسب معلوم نہ ہو جیسے "لقیط" (وہ بچہ جو کہیں لاوارث ملے) جس کے بارے میں ایک سے زیادہ مرد یا عورتیں دعویدار ہوں، یا اسپتال میں نومولود بچے خلط ملط ہو جائیں اور ماں کی شناخت باقی نہ رہے تو ان صورتوں میں ڈی این اے ٹیسٹ سے استفادہ کیا جاسکتا ہے؛ اس لیے کہ جمہور فقہاء کے نزدیک "قیافہ" سے نسب ثابت ہوسکتا ہے؛ اس لیے کہ حدیث شریف میں اس کا ذکر ملتا ہے، حالاں کہ "قیافہ" کا مدار محض قرائن اور ظن پر ہے تو اس ٹیسٹ سے تو بدرجۂ اولیٰ نسب ثابت ہونا چاہیے؛ کیوں کہ ڈی این اے ٹیسٹ سائنسی تحقیق اور مشاہدہ پر مبنی ہے، بلکہ چونکہ یہ ایک قطعی قرینہ ہے لہٰذا احناف کے نزدیک بھی اس کا اعتبار ہونا چاہیے؛ اسی لیے فقہ اکیڈمی انڈیا نے متفقہ طور پر مندرجہ ذیل قرارداد منظور کی:

۱- جس بچے کا نسب شرعی اصول کے مطابق ثابت ہو اس کے بارے میں ڈی این اے ٹیسٹ کے ذریعے اشتباہ پیدا کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔

۲- اگر کسی بچے کے بارے میں چند دعویدار ہوں اور کسی کے پاس واضح ثبوت نہ ہو تو ایسے بچہ کا نسب ڈی این اے ٹیسٹ کے ذریعے متعین کیا جاسکتا ہے۔

ڈی این اے کے ذریعہ قاتل کی شناخت

آج کل قاتل کی شناخت کے لیے بھی ڈی این اے ٹیسٹ کرایا جاتا ہے، اگر قتل کے مقام پر قاتل کی کوئی چیز مل جائے جیسے بال یا خون وغیرہ تو اس کے ٹیسٹ سے قاتل کی شناخت کی جاتی ہے، لیکن بہر حال اس میں ایک شبہہ موجود رہتا ہے کہ جائے واردات سے جو فارنسک نمونہ (Forensic Sample) اٹھایا گیا ہے، ممکن ہے وہ اسی ملزم کا نہ ہو، کسی بے گناہ کا ہو تو اس شبہہ کے ہوتے ہوئے شرعاً اس ٹیسٹ کو معتبر مانا جاسکتا ہے یا نہیں؟ یہ ایک اہم سوال ہے۔

اس سوال کے جواب سے پہلے شریعت کا یہ مسلّمہ اصول پیش نظر رہنا چاہیے کہ حدود وقصاص شبہات سے معاف ہوجاتے ہیں؛ "الحدود تندرئ بالشبہات" یہ اصول دراصل آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد سے ماخوذ ہے: "حدود کو شبہات کے سبب معاف کردو" جتنا ممکن ہو مسلمانوں سے حدود کو ساقط کردو، اگر نکلنے کا کوئی راستہ ہو تو اس کے لیے کھول دو؛ اس لیے کہ امام کا معافی میں غلطی کرجانا سزا میں غلطی میں کرجانے کے مقابلے میں بہتر ہے۔

اس اصول کے پیش نظر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ڈی این اے ٹیسٹ اگرچہ اس زمانہ کا معتبر ذریعۂ تحقیق ہے، لیکن اس کی حیثیت شرعی شہادت جیسی نہیں ہے، لہٰذا صرف ڈی این اے ٹیسٹ کی بنیاد پر کسی کے خلاف یقینی طور پر فرد جرم عائد نہیں کی جاسکتی، کیوں کہ ڈی این اے ٹیسٹ صرف اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ ملزم فلاں جگہ موجود تھا، یہ شریک جرم ہونے کا کوئی ثبوت فراہم نہیں کرتا، اور ظاہر ہے کہ کسی شخص کی مقام واردات پر موجودگی اس کے مجرم ہونے کے لیے کافی نہیں ہے، البتہ اگر ملزم اس رپورٹ کی بنیاد پر اقرارِ جرم کرلیتا ہے تو اقرار کی بنیاد پر اسے سزا دی جاسکتی ہے۔

ڈی این اے کے ذریعے زانی کی شناخت

ڈی این اے ٹیسٹ کے ذریعے زانی کی بھی شناخت کی جاسکتی ہے، اگر اس عورت کے جسم میں موجود مادۂ منویہ کا نمونہ حاصل کرلیا جائے تو ڈی این اے ٹیسٹ کے ذریعے آسانی کے ساتھ زانی کی شناخت کی جاسکتی ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ اگر اس ٹیسٹ سے کسی کی صراحت ہو رہی ہو تو اس کی شرعی حیثیت کیا ہوگی؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں جو ٹیسٹ کرایا جاتا ہے اس سے مجرم کی شناخت ننانوے فیصد صحیح طور پر ہو جاتی ہے، اور یہ ٹیسٹ مقام واردات پر صرف مجرم کی موجودگی کو ظاہر نہیں کرتا بلکہ جرم میں شرکت کو بھی ظاہر کرتا ہے، مگر مشکل یہ ہے کہ زنا کا معاملہ تعزیرات اسلامی میں سب سے زیادہ اہم ہے، اور اس کے لیے ثبوتوں کا معیار سب سے سخت رکھا گیا ہے؛ چنانچہ اس میں چار گواہوں کی شہادت کو ضروری قرار دیا گیا، اسی طرح عویمر عجلانی والا واقعہ مشہور ہے جس میں آپ ﷺ نے متہم شخص کی شہادت کو ملحوظ رکھتے ہوئے فرمایا کہ اگر مولود فلاں شکل کا ہو تو مرد اپنے دعوے میں سچا ہوگا۔ اتفاق سے وہ اسی صورت پر پیدا ہوا۔ اس موقع پر آنحضرت ﷺ نے جو کچھ ارشاد فرمایا اس سے ہمیں اس مسئلہ میں مکمل رہنمائی ملتی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر میں بغیر بینہ کے رجم کرتا تو اس عورت کو رجم کرتا۔ لیکن آپ ﷺ نے سزا جاری نہیں فرمائی۔" (بخاری)

لہٰذا محض ڈی این اے ٹیسٹ کی بنیاد پر زنا کی سزا یا قصاص نافذ نہیں کیا جاسکتا، البتہ ڈی این اے ٹیسٹ کی بنیاد پر اگر کسی کا کردار مشکوک قرار پاتا ہو تو قاضی اپنی صواب دید پر تعزیر کرسکتا ہے؛ کیوں کہ تعزیر کے لیے شک وشبہہ سے عاری "بیّنہ" کا ہونا ضروری نہیں؛ چنانچہ فقہ اکیڈمی کی تجاویز میں ہے:۔

۳- جو جرائم موجب حد وقصاص ہیں ان کے ثبوت کے لیے منصوص طریقوں کے بجائے ڈی این اے ٹیسٹ کا اعتبار نہیں ہوگا۔

۴- حدود وقصاص کے علاوہ دوسرے جرائم کی تفتیش میں ڈی این اے ٹیسٹ سے مدد لی جاسکتی ہے، اور قاضی ضرورت محسوس کرے تو اس پر مجبور بھی کرسکتا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت اسحاق وحضرت یعقوب کے متعلق

محرّف توریت کی ایک بیہودہ داستان

اور قرآن کریم کی صداقتیں

عبدالسبحان ناخداندوی

یہود اپنے دورِ تحریف میں سب سے زیادہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے پیچھے پڑے رہے، اس باب میں انھوں نے کسی بھی نبی کو نہیں بخشا، یہاں تک کہ اپنے جدامجد حضرت یعقوب واسحاق علیہما السلام کے ساتھ بھی عیاری ومکاری کا وہ کھیل کھیلا کہ بس اللہ کی پناہ! کسی قوم میں جب سرکشی وبیہودگی اپنی انتہا کو پہنچتی ہے تو اس کا پہلا نشانہ اس کے محسنین ہی ہوتے ہیں؛ یہی کام یہود نے کیا، اور حضرات انبیاء علیہم السلام کی پاکیزہ ومقدس سیرت کو اس قدر داغ دار کیا کہ حیرت ہوتی ہے کہ کوئی قوم اس حد تک بھی پستیوں میں اتر سکتی ہے؟! ان کی کردار کشی سے اگر کوئی ہستی سب سے زیادہ محفوظ رہنے کا استحقاق رکھتی تو وہ حضرت اسحاق ویعقوب علیہما السلام تھے کہ یہ حضرات ان کے جد امجد تھے، لیکن توریت پر نگاہ ڈالنے والا اس وقت مارے حیرت کے دنگ رہ جاتا ہے جب وہ ان ہستیوں پر بھی کیچڑ اچھلتے دیکھتا ہے!

توریت کی پہلی کتاب ''پیدائش'' کا باب نمبر/ ۲۷ پورا پڑھ جایئے اور دیکھیے کہ حضرت اسحاق ویعقوب علیہما السلام کے تعلق سے کیسی بے سروپا باتیں لکھی گئی ہیں؛ گویا مکاری، فریب اور دھوکہ دہی کے ذریعے حضرت یعقوب نے اپنے بڑے بھائی ''عیسو'' کا حق مارا اور حضرت اسحاق سے ساری برکتیں لے اڑے، جو درحقیقت ''عیسو'' کے لیے خاص تھیں۔ دوسری طرف حضرت اسحاق علیہ السلام اس قدر بے بس ومجبور کہ حضرت یعقوب کا پول کھلنے کے باوجود نہ ان کو سزا دے پارہے ہیں اور نہ ''عیسو'' کے لیے کچھ خاص کر پارہے ہیں، بلکہ یوں فرمارہے ہیں: ''تیرا بھائی دھوکہ سے آیا اور تیری برکت لے گیا۔'' گویا اللہ کی طرف سے ملنے والی عظیم الشان برکتیں نہ ہوئیں' گھر کے ہانڈی برتن ہوئے' جو کسی کے لیے تھے اور کوئی دوسرا اسے لے اڑا! غور کیا جائے تو اس کی زد خود اللہ رب العزت پر بھی پڑ رہی ہے کہ فیصلہ تو حضرت اسحاق کے بڑے بیٹے عیسو کو برکتوں سے نوازنے کا تھا لیکن دوسرے چھوٹے بیٹے حضرت یعقوب چپکے سے پوری ہوشیاری سے ساری برکتیں اپنے نام کر لیتے ہیں! اور اللہ کی طرف سے اس کا کوئی نوٹس بھی نہیں لیا جاتا! بلکہ الٹے انھیں کو تمام برکتوں کا حق دار قرار دیا جاتا ہے! کتاب پیدائش کے اس باب کی کچھ جھلکیاں ملاحظہ ہوں:

''جب اسحاق ضعیف ہوگیا اور اس کی آنکھیں اس قدر کمزور ہوگئیں کہ اس کی بینائی جاتی رہی تب اس نے اپنے بڑے بیٹے عیسو کو بلایا اور اس سے کہا .... دیکھو اب میں ضعیف ہوچکا ہوں اور کیا پتہ کب مرجاؤں، لہٰذا تو اپنے ہتھیار یعنی ترکش اور کمان لے کر جنگل میں جا اور میرے لیے شکار مار لا اور میری پسند کے مطابق لذیذ کھانا تیار کر کے میرے پاس لے آ تا کہ میں اسے کھا کر اپنے مرنے سے پہلے تجھے برکت دوں۔''

جب اسحاق اپنے بیٹے عیسو سے باتیں کر رہا تھا تو ربتہ (حضرت یعقوب اور عیسو دونوں کی ماں) سن رہی تھی، اس نے حضرت یعقوب کو بلا کر کہا: ''میرے بیٹے! غور سے سن، اور جو کچھ میں تجھے کہتی ہوں وہ کر! گلّے میں جا کر بکری کے دو بہترین بچے لا کر مجھ دے تا کہ میں تیرے باپ کے لیے ٹھیک اس کی پسند کا لذیذ کھانا تیار کرسکوں، تب اسے اپنے باپ کے پاس لے جانا تا کہ وہ اسے کھائے اور اپنے مرنے سے پہلے تجھے برکت دے۔ تب یعقوب نے اپنی ماں ''ربتہ'' سے کہا: لیکن میرے بھائی عیسو کے جسم پر گھنے بال ہیں اور میں ایسا آدمی ہوں جس کی جلد ملائم ہے، اگر میرا باپ مجھے چھولے گا تو میں دغاباز ٹھہروں گا اور برکت کے بجائے لعنت پاؤں گا۔''

حضرت یعقوب کے الفاظ پر غور کریں! فی نفسہٖ یہ کام دغابازی نہیں بلکہ حضرت اسحاق کو معلوم ہونے پر دغابازی مانا جائے گا!! نبوت کے گھرانے کے لیے یہود نے آخر کس حد تک پستیاں سوچ رکھی تھیں!! آگے ملاحظہ ہو:

''اس کی ماں نے اس سے کہا: میرے بیٹے! لعنت مجھ پر ہو، تو صرف میری بات مان، اور جا کر وہ بچے مجھے لادے۔ تب وہ گیا اور انھیں لے کر اپنی ماں کے پاس آیا، اور اس نے اس کی باپ کی پسند کا کھانا نہایت لذیذ کھانا تیار کیا۔''

آگے حضرت اسحاق کی خدمت میں حاضری کا منظر کچھ یوں ہے:

''وہ اپنے باپ کے پاس گیا اور کہا: اے میرے باپ! اس نے جواب دیا: ہاں میرے بیٹے! تو کون ہے؟ یعقوب نے اپنے باپ سے کہا: میں تیرا پہلوٹھا بیٹا عیسو ہوں، میں نے تیرے کہنے کے مطابق کیا ہے، لہٰذا اٹھ کر بیٹھ اور میرے شکار میں سے کچھ کھالے اور مجھے برکت دے، اسحاق نے اپنے بیٹے سے پوچھا: میرے بیٹے! تجھے یہ شکار اس قدر جلد کیسے مل گیا؟ اس نے جواب دیا: خداوند تیرے خدا نے مجھے کامیابی بخشی۔

تب اسحاق نے یعقوب سے کہا: اے میرے بیٹے! قریب آ تا کہ میں تجھے چھو کر معلوم کرلوں کہ واقعی تو میرا بیٹا عیسو ہی ہے؟ یعقوب اپنے باپ کے نزدیک گیا اور اس نے اسے چھوا اور کہا: آواز تو یعقوب کی سی ہے لیکن ہاتھ عیسو کے سے ہیں؛ اس نے اسے نہیں پہچانا، کیوں کہ اس کے ہاتھ اس کے بھائی عیسو کی مانند بال والے تھے، لہٰذا اس نے اسے برکت دی۔'' (اس طرح جھوٹ اور فریب کے ذریعے برکتیں ہتھیائی گئیں!!)۔ اگلا منظر نامہ یہ ہے:

www.abulhasanalinadwi.org

اسحاق سے برکت پانے کے بعد یعقوب باہر نکلا تھا کہ اس کا بھائی عیسو شکار لے کر لوٹا، اس نے بھی کچھ لذیذ کھانا تیار کیا اور اپنے باپ کے پاس لے آیا، تب اس نے اس سے کہا: اے میرے باپ! اٹھ کر بیٹھ اور میرے شکار کا گوشت کھا اور مجھے برکت دے۔ اس کے باپ اسحاق نے پوچھا: تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں تیرا پہلوٹھا بیٹا عیسو ہوں۔ یہ سن کر اسحاق پر لرزہ طاری ہوگیا اور اس نے کہا: پھر وہ کون تھا جو شکار مار کر میرے پاس لایا تھا؟ میں نے شکار کا وہ گوشت ابھی ابھی تیرے آنے سے پہلے کھایا اور اسے برکت دی، اور برکت اسی کو ملے گی۔''

یہ آخری جملہ غور کیا جائے تو یہی بتا رہا ہے کہ مکر وفریب اور جھوٹ ودغابازی کے ذریعے بھی اللہ کے فضل وکرم کا استحقاق پیدا کیا جاسکتا ہے!؟ اور سچا دیانت دار تمام تر سچائی کے باوجود فضل الٰہی سے محروم ہوسکتا ہے!؟ آگے یہ ہے:

''جب عیسو نے اپنے باپ کے الفاظ سنے تو وہ نہایت بلند اور تلخ آواز سے چلّا اٹھا اور اپنے باپ سے کہا: مجھے برکت دے، ہاں اے میرے باپ! مجھے بھی برکت دے۔ مگر اس نے کہا: تیرا بھائی دھوکہ سے آیا اور تیری برکت لے گیا۔'' (توریت/ پیدائش-۲۷-۳۵)

اسی داستان میں یہ بھی ہے کہ حضرت یعقوب نے حضرت اسحاق کو مئے بھی پلائی اور پھر حضرت اسحاق نے حضرت یعقوب کو تازہ مئے کی برکت بخشی۔

اسی داستان میں یہ بھی ہے کہ حضرت اسحاق نے حضرت یعقوب کو عیسو کا آقا مقرر کیا۔

تحریف شدہ توریت کے اس باب پر کیا تبصرہ کیا جائے! جس کسی کو اللہ نے عقل سلیم کا کوئی حصہ عطا کیا ہو وہ خود سمجھ سکتا ہے کہ یہود جب اپنے جد امجد حضرت اسحاق ویعقوب کے ساتھ اس حد تک جاسکتے ہیں کہ ایک کو مکار وفریبی، اور دوسرے کو لاچار ومجبورِ محض دکھائیں! مزید ان کو مئے نوش قرار دیں! تو وہ اوروں کے ساتھ کیا کچھ نہیں کرسکتے ؟!

اس باب سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ باقاعدہ پلاننگ کے تحت نبوی میراث اور اس کی برکتیں سمیٹی جارہی ہیں! اور دوسری طرف حضرت اسحاق باوجود شدید چاہت کے اپنے ایک اور فرزند عیسو کے لیے کچھ نہیں کر پا رہے ہیں! کیا حضرات انبیاء علیہم السلام کی مقدس سیرتوں کو اس طرح کے تماشوں سے دور کا واسطہ بھی ہوسکتا ہے؟؟

دیکھیں، قرآن کریم ان حضرات کے تعلق سے کیا کہتا ہے؛ قرآن کریم کے مطابق حضرت یعقوب علیہ السلام کی بشارت حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت کے ساتھ ساتھ دے دی گئی، اور ان کے لیے ابتدا ہی سے قدرتِ خداوندی، صلاح، تقویٰ، ہدایت، امامت اور نبوت کا فیصلہ کرچکی تھی، حضرت یعقوب کو حضرت اسحاق کی جانشینی خدائی فیصلہ کے مطابق ملی تھی، نہ کہ مکر وفریب کا کھیل کھیل کر، جیسے توریت بتاتی ہے۔ ارشاد ہے: ﴿وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً وَكُلًّا جَعَلْنَا صَالِحِينَ وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ وَكَانُوا لَنَا عَابِدِينَ﴾ [أنبیاء/۷۲-۷۳] (اور ہم نے ان (ابراہیم) کو اسحاق عطا کیا مزید یعقوب بھی، سب کو ہم نے نیک بخت بنایا، ہم نے ان کو پیشوا بنایا؛ وہ ہمارے حکم سے ہدایت دیتے تھے، اور ہم ہی نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ نیک کام کریں، نماز قائم کریں، زکوٰۃ دیتے رہیں، وہ سب ہماری ہی بندگی میں لگے ہوئے تھے)۔

قرآن کریم یہ بھی بتاتا ہے کہ ابراہیم ہوں یا اسحاق ویعقوب، سب اصحابِ بصیرت، اور عزم وہمت والے تھے، اللہ کے منتخب، سراپا خیر بندے تھے، دنیا کی چاہت سے کوسوں دور، صرف آخرت کے طلب گار، بے مثال افراد تھے؛ ﴿وَاذْكُرْ عِبَادَنَا إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ أُولِي الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ إِنَّا أَخْلَصْنَاهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ وَإِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ﴾ [ص/۴۵-۴۷] (اور یاد کیجیے ہمارے بندوں کو یعنی ابراہیم، اسحاق ویعقوب کو، جو ہاتھوں والے اور آنکھوں والے تھے، ہم نے ان کو ایک خاص کام کے لیے خاص کردیا تھا؛ یعنی آخرت کے گھرانے کی یاد، بلاشبہہ وہ سب کے سب ہمارے نزدیک نہایت اچھے، چنے ہوئے افراد میں ہیں)۔

حضرت اسحاق ویعقوب کے بارے میں قرآن کریم کا یہ تعارف معنی خیز ہے؛ ﴿فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِنْ رَحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا﴾ [مریم/۴۹-۵۰] (جب ابراہیم اپنی قوم اور ان معبودانِ باطل کو چھوڑ کر الگ ہوگئے جن کو قوم پوجتی تھی تو ہم نے ان کو اسحاق ویعقوب سے نوازا، اور ہر ایک کو ہم نے نبی بنایا، سب کو ہم نے اپنی رحمت کا حصہ عطا کیا، اور ہم نے ان کے لیے سچائی کا اونچا بول رکھا)۔

﴿وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا﴾ کا بے تکلف یہ ترجمہ بھی کیا جاسکتا ہے کہ ''ہم نے ان کے لیے سچائی کی نہایت اونچی زبان رکھی تھی''، یعنی وہ اپنے دور کے سب سے بڑے سچے اور نہایت اونچے درجے کے انسان تھے، سچائی کے سب سے اعلیٰ ترین معیار پر فائز تھے۔

اس ترجمے کے لحاظ سے توریت کا یہ من گھڑت قصہ اپنی موت آپ مر جائے گا۔ قرآن عظیم نے اپنی ایک آیت کے ایک ٹکڑے سے ان حضرات انبیاء علیہم السلام کی شان اسی طرح قائم رکھی جس طرح فی الواقع ان کی شان تھی، اور توریت میں یہودیوں کی تحریفات کی دھجیاں بھی اڑادیں۔ یہ بھی قرآن کریم کا معجزہ ہے کہ وہ بسا اوقات ایک آیت کے ایک حصے سے بڑی بڑی تحریفات کا پردہ چاک کرکے سچی تصویر پڑھنے والوں کے سامنے رکھ دیتا ہے، ورنہ اگر موجودہ توریت کا اعتبار کیا جائے تو ان حضرات انبیاء علیہم السلام کی کون سی تصویر سامنے آتی ہے، یہ آپ دیکھ ہی چکے ہیں!!

کہنے والے نے سچ کہا کہ یہود نے جب یہ دیکھا کہ ان کی پستیاں حضرات انبیاء کی بلندیوں کا ساتھ نہیں دے پارہی ہیں تو ان کی بلندیوں کو اپنی پستیوں تک لے آئے، اور کتاب الٰہی میں تحریفات کا دروازہ چوپٹ کھول دیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

طلب، کوشش اور قربانی

عنایاتِ الٰہی کا پیش خیمہ

محمود حسن حسنی ندوی

﴿اَللّٰہُ یَجْتَبِیْ إِلَیْہِ مَنْ یَّشَاءُ وَیَھْدِیْ إِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ﴾ (اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے چھانٹ لیتا ہے، اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف دل سے متوجہ ہوتا ہے اس کو ہدایت دیتا ہے)۔

''اجتباء'' یعنی انتخاب اور ہدایت یعنی صراطِ مستقیم جادۂ حق پر لانے کا کام اللہ نے خالص اپنے ذمے رکھا ہے، جس کو وہ چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، لیکن اللہ نے اس کے لیے دنیا کے دارالاسباب میں کچھ محرکات ودواعی رکھے ہیں، ان میں ایک خود اس شخص کے لیے ہے جسے ہدایت ملنی ہے اور ایک دوسرے اشخاص سے متعلق ہے جنھیں صحیح بات ایک دوسرے کو بتانی ہے، یعنی ارشاد ودعوت، تبلیغ وتعلیم، افہام وتفہیم کا ذریعہ، لیکن صحیح بات قبول کرنے کی صلاحیت 'طلبِ ہدایت، شوقِ معرفت سے پیدا ہوتی ہے، اللہ کو یہ بات پسند ہے کہ اس سے مانگا جائے، دست سوال صرف اسی کی طرف بڑھایا جائے، دل کا رخ اسی کی جانب کیا جائے، مقصود اسی کو بنایا جائے، اور مقصد صرف اسی کی خوشنودی ہو، اس میں جتنا انہماک، توجہ اور استغراق پایا جائے گا اور جس درجے خلوص وتعلق سے طلب وسوال ہوگا اسی طرح بھرپور طریقہ سے اسے جواب عطا ہوگا۔

اسی لیے توبہ وانابت پر اللہ تعالیٰ خوش بھی بہت ہوتا ہے، اور خوب نوازتا بھی ہے، اسی کی قلبی، ذہنی، باطنی واندرونی کیفیت کا نام ''انابت'' ہے، اور ظاہری حال ''استغفار'' کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، اور کلمات استغفار راہِ ہدایت میں حائل ہر کانٹے اور پتھر کو ہٹانے کا کام کرتے ہیں، رزقِ حقیقی ومعنوی کے دروازے کھلتے ہیں، مصائب کا مداوا ہوتا ہے، طاعات کی توفیق ہوتی ہے، عبادات میں دل لگتا ہے، اور حلاوت نصیب ہوتی ہے، ایمان بڑھتا ہے، یقین مضبوط ہوتا جاتا ہے، خود اعتمادی کی جگہ خدا اعتمادی لے لیتی ہے، اور اللہ بھروسے عظیم سے عظیم کام انجام دینے اور کارنامے پیش کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی جاتی ہے، اسی پر نصرت آتی ہے، اور تائید ایزدی حاصل ہوتی ہے، اسی پر اصطفاء اور اجتباء کا معاملہ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا معاملہ انسانوں میں اور فرشتوں میں بھی اصطفاء اور اجتباء کا رہا ہے، اور فرمادیا ہے: ﴿اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰئِکَۃِ رُسُلاً وَّمِنَ النَّاسِ﴾ (اللہ فرشتوں میں سے پیغام پہنچانے والوں کو منتخب کرتا ہے اور انسانوں میں سے بھی)؛ تو فرشتوں کی جماعت میں سے اور انسانوں کی جماعت میں سے اپنے عظیم کام' کارِ ہدایت وتبلیغ کے لیے اللہ تعالیٰ کچھ کا انتخاب واصطفاء کرتا رہا ہے، جیسے حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کو انبیاء اور رسولوں کی طرف اللہ بھیجتا رہا، اور وہ وحی لانے کا ذریعہ بنے۔

رسولوں میں بھی بعض کی بعثت زیادہ عام فرمائی، اور رسول امین خاتم المرسلین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت قیامت تک کے لیے ہر قوم وملت کے لیے' ہر فردِ بشر کے لیے' تمام اِنس وجن کے لیے فرمائی، اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا اور صراحت سے ارشاد فرمایا: ﴿وَاتَّخَذَ اللّٰہُ إِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلاً﴾ (اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا خلیل بنایا)، اور انھیں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا بھی ذکر کیا کہ انھوں نے کس طلب سے اپنے رب کے سامنے ایسے نبی ورسول کو مبعوث کرنے کی درخواست کی تھی، اللہ نے ان کی طلب اور طلب کی قبولیت دونوں کا ذکر کیا ہے۔

طلب زبان سے بھی ہوتی ہے، اعمال وکیفیات سے بھی، دل کے جذبات اور حوصلے سے بھی، قال سے بھی حال سے بھی، اسی طلب وشوق سے ایک گمراہ انسان راہِ راست پر آجاتا ہے، اور ایک راہ یاب انسان مقامِ قرب واصطفاء کو حاصل کرلیتا ہے، اصطفاء اور اجتباء وانتخاب کا معاملہ کبھی فرد کے ساتھ خاص ہوتا ہے اور بلند سے بلند مقام اسے مل جاتا ہے لیکن اس کی نسبت عام نہیں ہو پاتی' لازم رہتی ہے، اور کبھی عام ہوکر خوب متعدی ہوتی ہے اور دوسروں کا خیر بھی اس کے حصے میں آتا ہے۔

مشہور عارف ومصلح حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی یہ بات بڑی عارفانہ ہے کہ ''بندہ برابر بابِ طلب کو اپنی سعی وکوشش سے کھٹکھٹاتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ ''ذوقلب'' (دل والا) بن جاتا ہے، اور جو قلب والا ہوگیا اس کی ولادت گویا از سرِ نو ہوئی، اب وہ اس قابل ہوتا ہے کہ ''ملکوت السماء والارض'' میں داخل ہوجائے اور اس کی سیر کرے۔'' (از وصایا شیخ شہاب الدین سہروردیؒ مرتبہ مولانا نسیم احمد فریدیؒ)۔

طلب کا معاملہ ہی عجیب ہے، حضرت ہاجرہ اُمِ اسماعیل علیہا السلام نے پانی کی طلب جس بے قراری سے کی ان کی جگہ صحرا میں کوئی اور ہوتا اور اس کے سامنے پانی کا چشمہ اور کوئی ذریعہ نہ ہوتا' وہ کسی گوشہ میں موت کے انتظار ہی میں بیٹھ جاتا؛ حضرت ہاجرہ نے صفا ومروہ کے درمیان دوڑ لگائی، اور کئی چکر لگا ڈالے، اور ادھر حضرت اسماعیل علیہ السلام بچے تھے، پاؤں پٹکتے رہے، اور اسی سے ایسا پانی نکالا کہ جس میں سیرابی' آسودگی' شفایابی اور تمام برکات رکھ دیں، لیکن یہ طلب خود اعتمادی کے ساتھ نہیں تھی' خدا اعتمادی کے انوار کے ساتھ تھی، قربانیوں کے ساتھ تھی، اللہ تعالیٰ قربانی بھی دیکھتا ہے، اور قربانی چاہتا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بیٹے، اور وہ بھی عزیز ترین بیٹے کو قربان

www.abulhasanalinadwi.org

کردینے کی حقیقی قربانی لی، اوران کے پیروکاروں سے محبت کی مجازی قربانی پر اکتفا کیا، آج کی دنبوں، بکروں، اونٹ گائے کی قربانی اسی عظیم ابراہیمی خلیلی قربانی کی یادگار ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں سے قربانی لیتا رہا ہے؛ وطن چھوڑنے کی قربانی، اولاد، ماں باپ، گھربار، مال ومتاع کی قربانی؛ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دین کے خاطر باپ کو چھوڑنا پڑا، حضرت نوح علیہ السلام کو دین کے خاطر بیٹے سے رخ موڑنا پڑا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی ماں کی گود سے علیحدہ ہونا پڑا، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں میں اس کی مثالیں بار بار نظر آتی ہیں؛ حضرت خنساءؓ خاتون ہیں، ماں ہیں، چار بیٹے جنگ میں اللہ کے دین کے خاطر شہید ہوجاتے ہیں، وہ خوشی خوشی اس صدمے کو برداشت کرتی ہیں۔ اسلامی غزوات کی تاریخ کا مطالعہ کیجیے! صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے عزیز ترین اعزہ واحباب سامنے ہوتے ہیں، لیکن دین کی نسبت سے دوری کے نتیجے میں وہ ان کے خلاف تلوار اٹھانے میں پس وپیش نہیں کرتے، اولیاء واصفیاء اور علماء وعارفین کی زندگیوں کا جائزہ لیجیے! یہ وصف وہاں بھی نمایاں نظر آئے گا؛ اس لیے کہ وہ زماناً گو عہدِ نبوی سے دور ہیں لیکن دیناً، فکراً، عملاً قریب رہے؛ حضرت سید احمد شہیدؒ کا زمانہ صدی کے اعتبار سے ۱۲/ واسطے رکھتا ہے، دین کی سربلندی کے لیے اپنے وطن، خاندان، اعزہ واقارب واحباب کو چھوڑا، ہجرت کی، جہاد کیا، اور شہید ہوگئے، یہی حال ان کی جماعت مجاہدین ومسترشدین ومریدین کا بھی تھا۔ لیکن رتبہ وہ پایا کہ اپنے عہد کے سرفہرست صدیقین وشہداء ہوئے، اوران کی خیروبرکات کا سلسلہ دین کے فروغ کے تعلق سے تا ہنوز جاری ہے۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ نے کیسی کس مپرسی کی حالت میں امت کو دین سے جوڑنے اور دین کو دنیا پر ترجیح دینے کا مزاج بنانے کا کام تحریک کی شکل میں شروع کیا تو دنیا کے گوشے گوشے میں اس کی برکات پہنچیں، نتیجہ تو لوگوں کے سامنے ہے۔ قربانیاں لوگوں کے سامنے ہیں کہ انھیں زدوکوب بھی ہونا پڑا، مال ومتاع قربان کرنا پڑا، اور پھر ان کے جانشینوں کو بھی ان کی اس میں پیروی کرنی پڑی۔

درحقیقت قربانی کی طلب کی اعلیٰ قسم ہے، طلب صادق کا عملی طور پر اس سے ظہور ہوتا ہے۔

اسلام کو فروغ قربانیوں سے ہوا ہے، اشخاص کو رتبۂ بلند قربانیوں سے حاصل ہوا۔ آخری بات عنایاتِ الٰہی سے باریاب ہونے کے لیے ضروری جو ہے وہ یہ ہے کہ مخلوق کو متوجہ اور راضی کرنے کے لیے اعمال انجام دیے اور چھوڑے نہ جائیں، پیش نظر بس رضائے الٰہی ہو، اور حال وقال یہ ہو کہ: ﴿إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ﴾ (کہہ دیجیے کہ میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا سب خدائے رب العالمین ہی کے لیے ہے، جس کا کوئی شریک نہیں، اور مجھ کو اسی بات کا حکم ملا ہے، اور میں سب سے اول فرماں بردار ہوں)۔

بقیہ: قربانی کے بعد

جو دوستوں کی محفل سے اپنی ساری دلچسپی کے باوجود محض اس لیے اٹھ آئے کہ اس میں غیبت اور عیب جوئی ہورہی ہے، جو اپنے گھر والوں کے غلط اور ناجائز مطالبات ان سے اپنی محبت وتعلق کے باوجود محض اس لیے رد کردے کہ اس میں احکام شریعت سے سرتابی اور معصیت کا ارتکاب ہے، اپنے والدین، اپنے بھائیوں اور اپنے قریب ترین عزیزوں کے خلاف ان کی مروت اور شرم کے باوجود صاف صاف گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم یہی ہے۔

اس سے کم درجہ یہ ہے کہ جہاں وہ دن رات میں اپنی سیکڑوں خواہشات پوری کرتا ہے اور اپنے نفس کے تقاضوں کی تکمیل کے لیے ہر قسم کی قربانی پر آمادہ ہوجاتا ہے، وہاں وہ کسی وقت اللہ تعالیٰ کے احکام بجالانے، اس کے درِ رحمت پر دستک دینے، اوراس کی نظر کرم کو متوجہ کرنے پر بھی صرف کرے، اوراس کے لیے اپنے نفس اور مال اور اپنی خواہش اور عادت کی بھی تھوڑی بہت قربانی پیش کرے۔

وہ کم از کم بڑے گناہوں سے بچے؛ غیبت، خیانت، جھوٹ، بدنگاہی، اور فرائض میں کوتاہی سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرے، اور اس راہ میں اگر اس کو اپنے اوقات اور اپنی عادات کی کچھ قربانی کرنی پڑ رہی ہو تو اس سے بالکل دریغ نہ کرے۔

قربانی کی یہ صحیح تصویر ہے، جس پر خدا کی نصرت کا وعدہ ہے، اس قربانی میں کوئی تقسیم نہیں، یہ جانور کی قربانی سے لے کر اپنے نفس کی قربانی تک محیط ہے، بلکہ جانوروں کی قربانی دراصل اسی نفس کی قربانی کا عکس، اس کی مثالی تصویر اور اس کا مادّی پیکر ہے، اور جانور کی قربانی کا کیا ذکر، حضرت اسماعیل جیسی ہستی کی قربانی کا حکم اور اشارہ اسی لیے تھا کہ اس محبت کی قربانی ہو جو ایک چاہنے والے باپ کے دل میں اپنے محبوب فرزند کے لیے ہوتی ہے۔

قربانی کی حقیقت اور اس کی روح (خواہ وہ وقت کی قربانی ہو یا مال کی یا خواہشات کی ہو یا جان کی) یہ ہے کہ آدمی خدا کے ڈر کے سامنے ماحول، سماج، اور حکومت کے ڈر سے، اور خدا اور رسول سے محبت کے سامنے انسانوں کی محبت، دولت کی محبت، جاہ کی محبت اور دوسری تمام محبتوں سے دست بردار ہوجائے۔

حدیث میں آیا ہے کہ ”تم میں سے کسی کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوگا جب تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کے مال، اہل وعیال اور اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہو۔“

قربانی کا یہی وہ واحد راستہ ہے جس پر چل کر اللہ کے کچھ بندوں نے پوری انسانیت کی قسمت بدل دی تھی، اور اپنی حقیقت سمجھ لی تھی، خدا کی نصرت کے حصول کے لیے آج بھی یہی واحد راستہ ہے، اور یہی ایسا راستہ ہے جو مسلم وغیر مسلم کی حکومت میں مسلمانوں کے لیے کھلا ہوا ہے؛ اس لیے اس میں اکثریت واقلیت اور آزادی ومجبوری کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا!!

www.abulhasanalinadwi.org

عقیدۂ توحید

محمد حسن ندوی

اللہ نے اس امت کو نبی آخر الزماں حضرت محمد (ﷺ) کے ذریعے دین اسلام کی جو دولت عطا فرمائی ہے وہ ربّ کائنات کا ایسا پسندیدہ دین ہے کہ ہر انسان کے لیے اس کا اختیار کرنا دین ودنیا کی کامیابی کے لیے ضروری ہے؛ اللہ کا اعلان ہے: ﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الإِسْلَامِ دِيْناً فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الآخِرَةِ مِنَ الخَاسِرِيْنَ﴾ (جو کوئی اسلام کے سوا کوئی اور دین تلاش کرے گا سو وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا، اور وہ شخص آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا)۔

یہ دین جو انبیاء کے سلسلہ کے آغاز ہی سے اپنے معنی ومفہوم کے اعتبار سے ''اسلام'' تھا' دین محمدی میں بھی اس کا اصطلاحی نام بھی ''اسلام'' رکھا گیا، اس کا اپنا نظامِ عقائد ہے، اور اس کی بنیاد ''توحید'' ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اللہ کے سوا کسی قوت کو کارساز اور حاجت روا نہ سمجھے، تنہا اللہ کی ذات کو انسانوں اور دیگر تمام مخلوقات کا خالق ومالک اور حاکم تسلیم کرے، اور اس بات کا یقین کرے کہ اللہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا؛ ﴿اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾ (اللہ (وہ ہے کہ) کوئی معبود اس کے سوا نہیں' وہ زندہ ہے' سب کا سنبھالنے والا ہے)۔ یہ ایسا عقیدہ ہے کہ جس کی صدا کائنات کے ذرہ ذرہ، اور ہر صحیح الفطرت انسان کے قلب سے نکلتی ہے؛ ﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِماً بِالْقِسْطِ﴾ (اللہ (صحیفۂ کائنات) کی اور فرشتوں کی اور اہل علم کی گواہی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ عدل سے انتظام رکھنے والا معبود ہے)۔

ہر شئے ترے جمال کی آئینہ دار ہے
ہر شئے پکارتی ہے کہ تو پروردگار ہے

توحید کا یہ عقیدہ گرچہ دوسرے مذاہب میں بھی موجود تھا لیکن زمانے کے حالات، انسانی تصرفات وخواہشات کے نتیجے میں اس نے اپنا وجود ختم کر دیا۔ اسلام ہی اس دنیا میں اب اکیلا مذہب باقی ہے جو توحید کامل اور توحید خالص کی دعوت دیتا ہے، اسی کی دعوت کے لیے آپ (ﷺ) کو اور آپ (ﷺ) سے پہلے انبیاء کو اس دنیا میں مبعوث کیا گیا۔ اللہ کے رسول (ﷺ) نے توحید کی حقیقت کو لوگوں کے دلوں میں اتارنے کے لیے پوری زندگی تکلیفوں میں بسر کی، اور یہی نہیں بلکہ جب مکہ کی سرزمین توحید کے کی اس دعوت کے لیے تنگ ہوئی، اور جہالت کی وجہ سے وہاں کے باشندوں نے آپ (ﷺ) کے وجود کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا تو آپ (ﷺ) نے اپنے اس وطن عزیز کو جہاں پر اللہ کا گھر تھا' جس کا ذرہ ذرہ جان ودل سے عزیز تھا' اسے بھی خیرباد کہہ دیا؛ کیوں کہ آپ (ﷺ) کو اس حقیقت سے آگاہ کیا گیا تھا کہ قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کی دنیوی واخروی کامیابی' کلمۂ توحید کو دل سے ماننے اور زبان سے اقرار کرنے میں ہے۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں توحید کے تین پہلو قرار دیے جاسکتے ہیں:

(۱) ایک توحید ربوبیت، جس کا اعلان سورۂ فاتحہ کی پہلی آیت میں بڑے ہی بلیغ انداز میں کیا گیا ہے؛ ﴿رَبُّ الْعَالَمِيْنَ﴾ کا لفظ بتلا رہا ہے کہ تمام موجودات کا ایک مستقل نظامِ تربیت ہے، اور سب کا آخری سرا اسی قادرِ مطلق کے ہاتھ میں ہے، موجودات کی کوئی قسم اس کے ہمہ گیر نظامِ ربوبیت سے آزاد نہیں ہے، کلام الٰہی کی ایک آیت میں اسی توحید ربوبیت کا واسطہ دے کر اللہ نے اپنی بندگی کا حکم فرمایا ہے؛ ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ﴾ (اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تم کو پیدا کیا)۔

(۲) دوسرا پہلو توحید الوہیت کا ہے، جس کا مطلب ہے اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود مت پکارو، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر چیز فنا ہونے والی ہے سوائے اللہ کی ذات کے، حکمرانی اسی کی ہے، اور اسی کی طرف تم سب پلٹائے جاؤ گے؛ ﴿وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهاً آخَرَ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ (اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود (سمجھ کر) نہ پکارنا؛ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کی ذات پاک کے سوا ہر چیز کو فنا ہے۔ حکمرانی اسی کی ہے، اور اسی کی طرف تمھیں لوٹ کر جانا ہے)۔ اس لیے اللہ کے علاوہ کائنات کی کسی چیز کی پرستش جائز نہیں، آسمان وزمین، شجر وحجر سب اس انسان کے خادم ہیں جو اللہ کا خلیفہ ہے، یہاں تک کہ انبیاء واولیاء اور فرشتے جو اللہ کے مقرب بندے ہیں' ان کو بھی سجدہ کرنا جائز نہیں۔ توحید الوہیت کے عقیدے کا تقاضہ تو یہ ہے کہ بندہ ہر چیز سے زیادہ اللہ سے محبت کرے اور اس کی یاد سے دل کو روشن کرے، اپنے ایمان کو شرک اور ظلم کی آمیزش سے پاک کرے، ایمان کے بعد کسی طرح کے شک وشبہہ کو دل میں جگہ نہ دے، اپنی ضرورت اللہ ہی کے سامنے پیش کرے، اور صرف اسی سے دعا مانگے؛ جیسا کہ ارشادِ نبوی ہے کہ ہر شخص کو چاہیے کہ اپنی ضرورت کی چیزیں اپنے رب سے مانگے یہاں تک کہ نمک اور جوتے کا تسمہ (فیتہ) ٹوٹ جائے تو وہ بھی اسی سے مانگے۔

(۳) تیسرا پہلو توحید صفاتِ باری تعالیٰ ہے، جس کا مطلب ہے کہ اللہ نے جن صفات کے ساتھ اپنا وصف بیان کیا ہے' انھیں صفات سے اس کا وصف' ادنیٰ تشبیہ، تمثیل اور کیفیت کا تصور لائے بغیر بیان کیا جائے۔

اللہ ہم سب کو عقیدۂ توحید کی سمجھ اور قدر عطا فرمائے۔ آمین!

www.abulhasanalinadwi.org

کیمٹریل

امریکہ کا مہلک ترین ہتھیار

محمد نفیس خاں ندوی

کیمٹریل (Chemtrail) ایک ایسی گیس کا نام ہے جس کے ذریعے زمین کے موسموں کو تبدیل کیا جاسکتا ہے، جیسے گرمی کی شدت انتہائی درجہ تک بڑھائی جاسکتی ہے، اور سخت گرمی کے موسم میں سردی کی تیز لہریں چلائی جاسکتی ہیں، سوکھے، بنجر اور ریگستانی علاقوں میں جہاں بارش کا گذر نہیں وہاں برف باری بھی کرائی جاسکتی ہے، تیز ہوائیں اور سخت آندھیاں اُن دنوں میں بھی چلائی جاسکتی ہیں جن میں ان کا تصور بھی مشکل ہے۔

بیالوجی (Biology) کے ماہرین کا کہنا ہے کہ کیمٹریل مصنوعی بادلوں کا ایک مجموعہ ہے جو کہ دھواں پھینکنے والے جہازوں کے ذریعے پھیلایا جاتا ہے، اس کے پھیلنے سے وہاں کا درجہ حرارت اچانک ''Troposphere'' (فضائی غلاف کا اوپری حصہ) کے درجہ تک کم ہو جاتا ہے، اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس دھویں سے بادلوں کی ایک چادر سی بن جاتی ہے جو آئینہ کا کام کرتی ہے، اس سے سورج کی گرم اور مفید شعاعیں اور خاص کر وہ شعاعیں جو سرخ ہوتی ہیں، اور ان سرخ شعاعوں سے نیچے والی شعاعیں جو کہ حرارت اور گرمی پیدا کرتی ہیں' ٹکرا کر واپس چلی جاتی ہیں، اس کا درجۂ حرارت اور ہوا میں رطوبت کا تناسب ۳۰ فیصد سے بھی کم ہو جاتا ہے پھر یہ گیس بڑی تعداد میں اس پھیلی ہوئی حرارت کو بھی سکیڑ دیتی ہے، جو کہ کئی ملین مربع کلومیٹر تک پھیلی ہوتی ہے، جس کے نتیجہ میں درجہ حرارت نقطۂ انجماد سے بھی کم ہو جاتا ہے، تیز ہوائیں چلنی شروع ہو جاتی ہیں، فضا میں موجود ایٹم آپس میں ٹکراتے ہیں جس سے چمک اور ارتعاش پیدا ہوتا ہے، اور پھر یہ ہوا ایک جگہ سے دوسری جگہ اور ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ کی طرف منتقل ہو جاتی ہے، یہاں تک کہ پورے آس پاس کے علاقوں میں موسم تبدیل ہونا شروع ہو جاتا ہے، اور ہوائیں ایسی سمت سے چلنے لگتی ہیں جہاں سے عام نظام کے مطابق نہیں چلتی ہیں، پھر ان علاقوں میں موسم نہایت خشک ہونے لگتا ہے، ہوا میں رطوبت کی بہت کمی پیدا ہو جاتی ہے، ایسے حالات میں آسمان کا اپنا رنگ بدل جاتا ہے، اور نیلا دکھنے والا آسمان مٹیالا دکھنے لگتا ہے جو کہ تھوڑا سفیدی کی طرف مائل ہوتا ہے، آب وہوا کی اس تبدیلی کے نتیجہ میں وہاں رہنے والے لوگ ایک خشک قسم کی سردی محسوس کرتے ہیں، اور خاص کر ان علاقوں کے لوگ جو ذرا خشک اور سخت آب وہوا میں رہتے ہیں ان کو سخت قسم کی سردی کا احساس ہونے لگتا ہے۔

اسی طرح جب یہ دھوئیں دار بادل آپس میں ٹکراتے ہیں تو ایک ارتعاش پیدا ہوتا ہے اور مصنوعی بجلی کی زبردست چمک اور زوردار بارش بھی شروع ہو جاتی ہے مگر شمالی علاقہ جات جہاں سردی کی کثافت زیادہ ہوتی ہے وہاں مصنوعی بارش کے بجائے برف باری ہونے لگتی ہے، جس سے وہاں کے باشندے سخت مصیبتوں میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔

ماہر تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ اس سال روس میں بڑے پیمانہ پر لگنے والی آگ اور ماسکو کے اندر پیدا ہوئی سخت گرمی جس میں لوگوں کی کھالیں تک جھلس سی گئی تھیں اسی کیمٹریل گیس کا ہی حصہ معلوم ہوتی ہے، کیونکہ اس سے قبل ماسکو میں کبھی ایسی سخت اور شدید گرمی نہیں پڑی تھی اور نہ پہلے اس کے آثار موجود تھے۔ اسی طرح پاکستان میں آیا ہوا زبردست سیلاب بھی (جس نے پاکستان کی بنیاد ہلا دی تھی) اسی کیمٹریل کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔

کیمٹریل گیس کوئی نئی ایجاد نہیں ہے، بلکہ کئی برسوں سے اس پر تحقیق کی جاری ہے، ابتدائی طور پر اس قسم کی گیس کا انکشاف بیسویں صدی کے شروع میں ہوا، انکشاف کرنے والے شخص کا نام ''نیکولا ٹیسلا'' (Nikola Tasla) تھا، سربیا کا رہنے والا یہ شخص اپنی صدی کا معروف سائنس داں اور فزکس (Physics) کا ماہر تھا، اس نے یہ دعوی کیا تھا کہ ہوا کو مصنوعی طریقہ پر روکا جاسکتا ہے، اور پھر اس کو ریڈیائی لہروں کے ساتھ باہر نکالا جاسکتا ہے جس کی وجہ سے مصنوعی گرج اور چمک کا پیدا ہونا ممکن ہے، ٹیسلا کے اس انکشاف سے ایک نئی سائنس کی بنیاد پڑی جس کو ''موسمیاتی انجینئرنگ'' (Climate Engineering) کہا جانے لگا۔ ٹیسلا کے اس عظیم انکشاف اور تحقیقات کے بعد دنیا کی بڑی طاقتوں کے درمیان اس سے فائدہ اٹھانے کا مقابلہ شروع ہو گیا، جس میں روس، چین اور امریکہ شامل ہیں جو کہ ''سرد جنگ'' (Cold War) کے اختتام تک جاری رہا۔

سائنس کی یہ قسم ٹیکنالوجی کی مختلف اقسام کا مجموعہ ہے، جس میں فضا اور زمین دونوں شامل ہیں' جسے مختصر الفاظ میں ''موسمیاتی انجینئرنگ'' کہا جاسکتا ہے اور اگر اس کی وضاحت کی جائے تو یوں کہا جائے گا کہ ایک ایسی ٹیکنالوجی جس کے ذریعے موسم میں لمبے عرصہ تک کے لیے تبدیلیاں اور تغیرات پیدا کی جاسکتی ہیں، مثال کے طور پر ایک لمبے عرصہ تک شدید طوفانی بارش کرائی جاسکتی ہے، موسم کے درجۂ حرارت اور درجۂ انجماد کو بدلا جاسکتا ہے، بادلوں میں گرج اور چمک پیدا کی جاسکتی ہے، ہواؤں کا رخ موڑا جاسکتا ہے، اور ان کو سخت آندھیوں میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح زمین میں بھی مختلف تبدیلیاں پیدا کی جاسکتی ہیں؛ جیسے زلزلے پیدا کرنا، زمین کی پرتوں کو آپس میں ٹکرانا، سمندر میں طوفان و تلاطم برپا کرنا، سمندری لہروں کا رخ موڑنا، فضا سے ریڈیائی لہروں اور مائیکرو ویوز (Microwaves) کے ذریعے کسی جگہ یا

www.abulhasanalinadwi.org

طیارہ کونشانہ بنانا اور اس طرح کے وہ سارے حملے جو فضا سے لے کر سمندر تک اور زمین پر واقع ہو سکتے ہیں شامل ہیں۔

کیمٹریل ہتھیار کی دریافت پوری دنیا سے مخفی رکھی گئی تھی، اور اس کا علم بڑے بڑے سیاسی لیڈر اور فوج کے اعلیٰ ترین افسروں کو ہی تھا، مگر اس کا اچانک انکشاف کینیڈا کے ایک سائنس داں ڈیپ شیلڈ (Deep Shield) نے کیا جو کہ پنٹاگن (Pentagon) میں ملازم تھا، اس نے انسانیت کی ہمدردی میں اس ہتھیار کا انکشاف انٹرنیٹ کے ذریعے کیا، اور لوگوں کو اس کی خطرناکی سے آگاہ کیا، اور یہ بھی صراحت کی کہ امریکہ نے اس ہتھیار کا استعمال خفیہ طور پر شمالی کوریا، عراق، افغانستان اور کوسوؤ کے بعض علاقوں میں کیا جب یوگوسلاویہ میں خانہ جنگی جاری تھی، اسی طرح خلیجی جنگ میں بھی خلیج کے بعض علاقوں میں اس کا استعمال کیا گیا، جس کے بعد وہاں قحط سالی، متعدد امراض اور موسمی تغیرات پیدا ہوئے، جس کی وجہ سے چند سالوں میں لاکھوں لوگ موت کا شکار ہوئے، اور ایک بہت بڑی تعداد مختلف امراض میں گرفتار ہو کر مفلوج ہوگئی۔ ڈیپ شیلڈ نے یہ اپیل کی تھی کہ اس ہتھیار پر فوری طور پر پابندی عائد کی جائے لیکن افسوس کہ اس خبر کو افشاء کرنے کے بعد یہ انسان دوست سائنس داں اچانک غائب کر دیا گیا اور پھر تین سال بعد اس کی لاش اس کے گھر کے قریب ایک گاڑی میں ملی، جس پر خودکشی کا واقعہ کہہ کر پردہ ڈال دیا گیا۔

آج امریکہ کے پاس جہاں دوسرے خطرناک ہتھیار ہیں وہیں اب یہ جدید ترین ہتھیار بھی اس کے تصرف میں ہے، کیمٹریل ہتھیار کی تباہ کاری کو دیکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ امریکہ کے لیے یہ ممکن ہے کہ جو موسم وہ چاہے ہم پر مسلط کرسکتا ہے، جس طرح وہ اپنی کوشش اور مرضی سے ہم پر ایسے حکمراں مسلط کرتا ہے جو اس کے مفاد کے لیے کام کرتے ہیں، اسی طرح اس ہتھیار کے ذریعے وہ آسانی کے ساتھ پوری دنیا پر من مانی کرسکتا ہے اور دوسرے ممالک بھی اس کی چودھراہٹ قبول کرنے پر مجبور ہوں گے، کیونکہ اس جدید ترین ہتھیار کے ذریعے اس کے لیے ممکن ہے کہ ہواؤں، سیلابوں اور زلزلوں کو جنگ جیتنے کے لیے استعمال کرے، وہ اپنے دشمنوں کو انتہائی گرمی اور سخت سردی سے مفلوج کرسکتا ہے، وہ اپنی مرضی سے جہاں چاہے بارش کرسکتا ہے تاکہ وہاں کا علاقہ سرسبز وشاداب ہو، اور جہاں اس کی مرضی نہیں ہوگی وہاں کے لوگ خشک سالی میں گرفتار ہوسکتے ہیں اور زراعت اور پینے کے پانی کے لیے بھی محتاج ہوسکتے ہیں۔ یہاں یہ بھی خیال رہے کہ کیمٹریل کا تعلق نئے متعدی اور وبائی امراض سے بھی ہے، جیسے خنزیری بخار ونزلہ، اسی طرح جانوروں کے ذریعے پھیلنے والی وہ بیماریاں بھی شامل ہیں جن کا وجود خلیجی جنگ میں استعمال ہونے والے کیمیاوی بموں کے بعد ہوا تھا۔ اس ہتھیار کے ذریعے امریکہ اپنے دشمنوں کی آبادی بھی کم کرنے کی کوشش کرے گا، خاص کر وہ آبادی جو مستقبل میں اس کے لیے خطرہ بن سکتی ہے، جس طرح اس نے اس سے پہلے اپنے ہی ملک میں ریڈ انڈینز (Red Indians) پر نسل کشی کے ہتھیار استعمال کیے جس سے ان کی آبادی کم سے کم ہوتی گئی اور سفید چمڑی والے اکثریت میں آگئے، اور پھر انھیں کالوں کی طرف سے کسی خطرے کا اندیشہ بھی باقی نہ رہا۔ اسی طرح اس نے جاپان کے ساتھ کیا اور عالمی قوانین کی دھجیاں اڑاتے ہوئے اس نے دو شہروں ہیروشیما اور ناگاساکی پر انسانیت کش ایٹم بم گرائے جن سے تباہی وبربادی اس قدر ہوئی جس سے دنیا بالکل ناآشنا تھی، اس وقت تک ایٹم بم ایک خیال سمجھا جاتا تھا مگر دنیا نے دیکھا کہ جاپان آج تک اس کا خمیازہ بھگت رہا ہے۔ اور اب عراق اور افغانستان کیمٹریل ہتھیار کی زد میں ہیں۔

انصاف کا تقاضہ تو یہ تھا کہ اس ہتھیار کا استعمال انسانیت کی فلاح کے لیے کیا جاتا، جیسا کہ 2005ء میں ہوا جب روس دوسری جنگ عظیم کے ختم ہونے اور جرمنی کے شکست کھانے کی 60 سالہ تقریب منا رہا تھا جس میں دنیا کے بڑے بڑے صدور کے ساتھ امریکہ کے سابق صدر جارج بش بھی شریک تھے، تقریب سے قبل آسمان بارش کے بادلوں سے بھرا ہوا تھا، اور برف باری کے آثار بھی موجود تھے، ایسے میں اس موسمی ہتھیار کے استعمال سے بادلوں کو برسنے سے روک دیا گیا تھا۔ لیکن اس ہتھیار پر امریکہ کے تسلط کے بعد سے اس کا استعمال ہمیشہ انسانیت کی تباہی کے لیے ہی ہوا ہے، اور آئندہ بھی وہ دنیا پر اپنا تسلط قائم کرنے اور اپنے ''نئے عالمی نظام'' (New World Order) کو نافذ کرنے کے لیے کرے گا۔ ان حقائق کے بعد یہ سمجھنا بالکل مشکل نہیں کہ ''امن عالم'' کا ڈھنڈورہ پیٹنے والے خود انسانیت کے لیے کتنا بڑا خطرہ بن چکا ہے!!

کیمٹریل کے فوائد اور اس کے نقصانات اور پھر اس پر امریکہ کے کنٹرول کے بعد ذہنوں میں یہ خیال ضرور پیدا ہوسکتا ہے کہ اب دوسرے ممالک کو امریکہ کے سامنے سرینڈر (Surrender) ہوجانا چاہیے اور یہ تسلیم کرلینا چاہیے کہ عالمی نظام میں اب وہی ممکن ہے جو امریکہ کا منشا ہوگا لیکن یہ خیال غلط ہے کیونکہ اصل طاقت خدا کی ہے اور جب تک اس کا فیصلہ ہے یہ دنیا باقی رہے گی اور اسی کی مرضی کے مطابق اس کا نظام چلتا رہے گا، اس لیے یہ بالکل ممکن ہے کہ جس ہتھیار کو امریکہ انسانیت کے خلاف استعمال کرے اس کا وہ خود بھی شکار ہو، اور اس کی مثالیں موجود ہیں جیسے کہ کہا جاتا ہے کہ ایڈز (AIDS) کا مرض باقاعدہ پلاننگ کے ذریعہ ایشیائی ممالک میں پھیلانے کی کوشش کی گئی مگر خود یورپ وامریکہ اس کا سب سے زیادہ شکار ہوئے، اسی طرح اینتھریکس (Anthrax) یورپین تحقیق کا نتیجہ تھی جس کا سب سے زیادہ نشانہ خود یورپی ممالک بنے اور خود انھوں نے اس کے روک تھام کی کوشش کی۔ اسی طرح زمینی اور آسمانی نظام مکمل طور پر اللہ رب العزت کے تصرف میں ہے اور انسانیت کو نقصان پہنچانے والوں کو وہ خود سزا دینے کے لیے کافی ہے جس کی تازہ مثالیں خود امریکہ میں آئے ہوئے مختلف قسم کے طوفان تھے جس نے امریکہ کو دوسرے ممالک کے سامنے کاسۂ امداد پھیلانے پر مجبور کردیا تھا۔ اس لیے ضرورت ہے کہ خدا کی اس عظیم نعمت کی صحیح قدر کی جائے اور اس کو انسانیت سازی کے کاموں میں استعمال کیا جائے، ورنہ جس طرح وہ نعمتیں دینا جانتا ہے اسی طرح وہ نعمتیں چھین بھی سکتا ہے بلکہ ناشکری کے بدلے میں سخت عذاب میں مبتلا بھی کرسکتا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

جب زباں پر محمدؐ کا نام آگیا

جب زباں پر محمد کا نام آگیا
دوستو! زندگی کا پیام آگیا

آگیا انبیاء کا امام آگیا
لے کے فیضانِ دار السلام آگیا

تیرے در پر جو خیر الانام آگیا
اس کے ہاتھوں میں عرفاں کا جام آگیا

سازوسامانِ عیشِ دوام آگیا
یعنی حکمِ سجود وقیام آگیا

اللہ اللہ ہوئی دل کی دنیا حسیں
جب مقدر سے حسنِ تمام آگیا

پاگیا پاگیا حاصلِ زندگی
در پہ آقا کے جس دم غلام آگیا

دُور ظلمت ہوئی، دل منور ہوا
جب مدینہ میں ماہِ تمام آگیا

ان کی مرضی نظر آئی رشکِ جناں
عشق میں ایک ایسا مقام آگیا

لائے تشریف جب سید المرسلیں
خلد دنیا بنی، وہ نظام آگیا

ظلم رخصت ہوا، عدل قائم ہوا
عشق کے ہاتھ میں انتظام آگیا

تیرے ابرِ کرم سے شہہِ انبیاء
ہوکے سیراب ہر تشنہ کام آگیا

فیضِ ساقیِ کونین صلِّ علیٰ
جو بھی چاہے پیے ' اذنِ عام آگیا

تیری برکت سے اے سیدِ اِنس وجاں
صبح روشن ہوئی کیفِ شام آگیا

آپ کی مدح انسان کیا کرسکے؟
عرش سے جب درود وسلام آگیا

قلب شاداں ہوا' روح رقصاں ہوئی
لب پہ احمدؔ کا شیریں کلام آگیا

مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھیؒ

www.abulhasanalinadwi.org